اکتوبر ۱۹۸۷ء

ماہنامہ

میثاق

لاہور

مدیر مسئول

ڈاکٹر اسرار احمد

★ شریعت بل کا المیہ اور اس کی ذمہ داری

ڈاکٹر اسرار احمد کی ایک نہایت اہم تحریر

★ یوم استقلال پاکستان : یوم تجدید عہد

یوم استقلال (۱۴ اگست) کے موقع پر ڈاکٹر صاحب کا ایک مؤثر خطاب

یکے از مطبوعات

تنظیم اسلامی

A STATEMENT OF CONCRETE FACTS

HIGHLIGHTS IN PRECASTING

— Pioneered the development of precast prestressed concrete industry in Pakistan.
— Covered more than 100,00,000 sq. feet area by our precasts throughout Pakistan
— More than 12 different kinds of roofing systems available Latest development is Double Tee Planks upto 60 long and hollow-core slabs upto 30' long.

HIGHLIGHTS IN CONSTRUCTION

— The group started activities in 1960, constructed 8-Sugar Mills, 5-Dozen Textile Mills, 2-Jute Mills, 1-Cement Factory, 2-Paper Mills, 5-Beverage Plants, Silos for Seed Processing Plants, Chemical Plants, Prill Towers for Fertilizer Factories 50,00,000 sft of shall type structure for numerous industries and hundreds of other industrial buildings and Terminal-III at Karachi Airport.

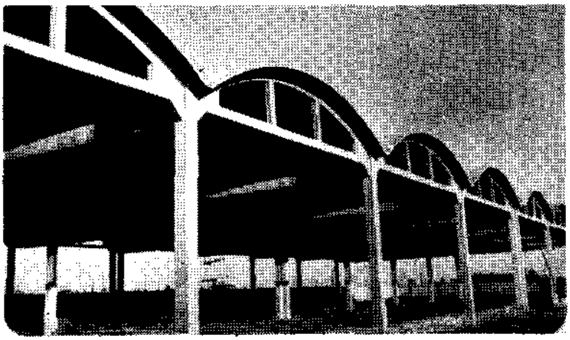

IZHAR GROUP OF COMPANIES

Leaders of innovative construction and precasting technology

H. O. Izhar House 3 Rivaz Garden, P. O. Box 763, Lahore
Tel: 320108, 320109, 321748, 55629 Telex: 44974 IZHAR PK

Sales Offices Throughout Pakistan

Muridke (Lahore) Phone : 700510
Karachi Phone : 312080
Jauharabad Phone : 588,590,
Peshawar Phone : 78254
Rawalpindi Phone : 64765
Multan Phone : 34073, 73469
Faisalabad Phone : 51341, 51343

وَاذْكُرُوا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمِيثَاقَهُ الَّذِي وَاثَقَكُم بِهِ إِذْ قُلْتُمْ سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا (القرآن)

ترجمہ: اور اپنے اوپر اللہ کے فضل کو اور اس کے اس میثاق کو یاد رکھو جو اس نے تم سے لیا جبکہ تم نے اقرار کیا کہ ہم نے سنا اور اطاعت کی

جلد ۳۶
شمارہ ۱۰
صفر المظفر ۱۴۰۸ھ
اکتوبر ۱۹۸۷ء
فی شمارہ ۵/-
سالانہ زر تعاون ۵۰/-

ماہنامہ

میثاق

لاہور

مدیر مسئول
ڈاکٹر اسرار احمد

مینجنگ ایڈیٹر
اقتدار احمد

ادارۂ تحریر
شیخ جمیل الرحمٰن
مولانا محمد سعید الرحمٰن علوی
حافظ عاکف سعید

سالانہ زر تعاون برائے بیرونی ممالک

سعودی عرب، کویت، دوبئی، دوحا، قطر، متحدہ عرب امارات	۲۵ سعودی ریال یا ۱۵۰ روپے پاکستانی
ایران، ترکی، اومان، عراق، بنگلہ دیش، الجزائر، مصر	۶ امریکی ڈالر یا ۱۰۰ روپے پاکستانی
یورپ، افریقہ، سکنڈے نیوین ممالک، جاپان وغیرہ	۹ امریکی ڈالر یا ۱۵۰
شمالی و جنوبی امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا، نیوزی لینڈ وغیرہ	۱۲ امریکی ڈالر یا ۲۰۰

ترسیل زر: ماہنامہ میثاق لاہور، یونائیٹڈ بنک لمیٹڈ ماڈل ٹاؤن برانچ ۳۶ - کے ماڈل ٹاؤن لاہور - ۱۴ (پاکستان)، لاہور

مکتبہ
مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور
۳۶ - کے ماڈل ٹاؤن لاہور
فون: ۸۵۲۶۱۳
سب آفس: ۱۱ - داؤد منزل، نزد آرام باغ شاہراہ لیاقت کراچی فون ۲۱۶۵۸۶
طابع: چوہدری رشید احمد مطبع: مکتبہ جدید پریس شاہراہ فاطمہ جناح، لاہور

مشمولات

★ عرضِ احوال ——— ۳

اقتدار احمد

★ شریعت بل کا المیہ اور اس کی ذمہ داری ——— ۹

ڈاکٹر اسرار احمد

★ الہدیٰ (نشست نمبر ۴۶) ——— ۳۳

توبۃ النصوحًا کا دین میں مقام

ڈاکٹر اسرار احمد

★ یوم استقلالِ پاکستان ——— ۴۳

تجدیدِ عہد اور اجتماعی توبہ کا دن

ڈاکٹر اسرار احمد

★ افکار و آراء ——— ۸۹

مولانا الطاف الرحمٰن بنوی

ڈاکٹر شیر بہادر خان پنی

مولانا عبد الغفار حسن

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اقتدار احمد

عرض احوال

وہ لوگ جنہیں اللہ تعالیٰ نے تفقہ فی الدین کی نعمت سے نوازا ہے اس بات پر متفق ہیں اور غیروں بلکہ دشمنوں تک کی گواہی اس پر مستزاد کہ تاریخ انسانی کا عظیم ترین اور ہمہ گیر انقلاب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے برپا کر کے دکھایا تھا۔ اس مثالی انقلاب نبویؐ نے تکمیل تک جو مراحل طے کئے انہیں اہل علم اپنے مذاق کے مطابق عنوانات دینے میں آزاد ہیں لیکن تاریخ گواہ ہے کہ آغاز کار ایک نظریہ کی طرف دعوت اور اس کی اشاعت سے ہوا۔ اس نظریئے کو قبول کرنے والوں کو منظم کر کے تعلیم، تزکیہ اور تربیت کے ذریعے کردار کی پختگی سے مزین کیا گیا۔ پھر انہی لوگوں کو ناموافق معاشرے کی عریاں جارحیت کے سامنے اس "آرڈر آف دی ڈے" کے ساتھ لا کھڑا کیا گیا کہ ہاتھ بندھے رہیں گے۔ طنز و استہزا، ترغیب و ترہیب اور ظلم و ستم کے وار صبر محض کی ڈھال پر روکے جائیں گے تاکہ تعلیم و تربیت میں اگر کوئی کسر رہ گئی ہو تو یہ کٹھالی سارا کھوٹ نکال باہر کرے۔ یہیں سے زر خالص کی صورت میں وہ افرادی قوت دستیاب ہوئی جس نے وقت کے جابر و قاہر نظام سے کشمکش کا آغاز کیا اور اس حال میں کیا کہ علماء خدام اور قائدین[1] کی تخصیص روا نہ رکھی گئی تھی۔ ؏

ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز

سارا زور سمع و طاعت پر مبنی اس فولادی نظم و ضبط پر تھا جو ان افراد کو بنیان مرصوص بنانے کا باعث ہوئی۔ اسی کشمکش کے دوران اس جماعت میں درجہ بندی ہوئی، "کاڈر" از خود متعین ہو گئے اور ان سخت مقامات سے گذر کر ہی اس گروہِ حق شناس کو نظام باطل پر آخری ھلّہ بولنے کا اذن ملا۔ دشمن کے پائے چوبیں میدان میں نہ ٹھہر سکے اور انقلاب مکمل ہو گیا۔ جاء الحق وزھق الباطل۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسی منہج انقلاب کو تا قیام قیامت سنّت ثابتہ اور حجت بالغہ کی حیثیت حاصل رہے گی......

---

[1] اس امتیاز کی طرف اشارہ ہے جو ان سطور کا محرک بننے والے کالم میں انقلابی گروہ کی تشکیل میں مذکور ہے۔

انقلاب نبویؐ کے یہ مراحل کسی خاص " دبستان " کے صاحب علم کی ذہنی اختراع نہیں۔ سیرتِ مطہرہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا بہ نظرِ عمیق مطالعہ کرنے والا کوئی بھی طالب علم اسی نتیجے پر پہنچے گا' شرط صرف خلوصِ نیت اور تائید و توفیقِ الٰہی کی ہے۔

آج بھی انسانوں کے کسی گروہ کو کم تر درجے تک کے انقلاب برپا کرنے کے لئے کچھ ایسے ہی مراحل سے گذرنا پڑتا ہے لیکن پاکستان میں دین کے کچھ نادان دوست اسلامی انقلاب کے لئے مسلمانوں کو اس محنت شاقہ میں ڈالنے کے روادار نہیں۔ "میڈایزی" نسخے عام کئے جارہے ہیں اور ایسے "اہل علم" ایک ڈھونڈو ہزار ملتے ہیں جو اللہ کے دین کے لئے جدوجہد کا جذبہ بیدار رکھنے والوں کو " دست ہر نا اہل بیمارت کند۔ سوئے مادر آ کہ تیمارت کند " کی مشفقانہ اور ممتا بھری لوری دے کر سلا دینا چاہتے ہیں۔ بر اہو دانائی و بینائی کے اس سوءِ استعمال کا ؎

عقل عیّار ہے سَو بھیس بدل لیتی ہے

اردو کے ایک مقامی روزنامے میں " دبستان شبلی " سے وابستگی کے مدعی "بعض اہلِ علم" کے بزعم خویش اکلوتے ترجمان نے ۹ر ستمبر کو اپنے کالم میں اس بات سے تو اتفاق کیا ہے کہ اسلام کا غلبہ ملک عزیز میں کسی انقلاب سے ہو سکتا ہے (اگرچہ "ہی" یا "بھی" کے تکلف میں وہ پڑے ہی نہیں) لیکن اس کا لائحہ عمل انہوں نے اتنا آسان کر دیا ہے کہ بریں مژدہ گر جان فشانم رواستؔ۔ جی چاہتا ہے ہدیۂ دل پیش کیجئے۔ ان کے سہ نکاتی لائحہ عمل کا پہلا نکتہ یہ ہے کہ :

> " دیوبند اور ندوہ کی طرح یہاں ایک ایسی درسگاہ قائم ہو جس کی بنیاد علم و تحقیق کے ان اصولوں پر رکھی جائے جو اسلام کی پہلی صدی میں ہمارے اکابر ائمہ کے پیش نظر رہے اور جنہیں اس زمانے میں دبستان شبلی' کے بعض اہل علم نے ایک مرتبہ پھر زندہ کیا ہے پھر اس درسگاہ سے علماء کی ایک ایسی جماعت وجود میں آئے جو دین میں مجتہدانہ بصیرت کی حامل ہو"

ان سطور کے خاکسار راقم کو وہ تبحرِ علمی تو میسر نہیں کہ اس فاضلانہ مشورے کا ماوجب تجزیہ کر سکے لیکن رجالِ دین کی توجہ کے لئے اس میں مخفی چند رموز کی طرف اشارہ کئے بغیر چارہ نہیں۔ دیوبند اور ندوہ

؎ اس پُراز مسرت خبر پر جان بھی نثار کر دی جائے تو روا ہے۔

ایک ہی طرح کی دو درسگاہیں تھیں یا ان میں بایں معنی کچھ فرق وتفاوت تھا کہ اول الذکر سلف کی روایات کی امانت اور فلسفہ وحکمتِ دینی کے مستند اور سکّہ بند سرمائے کو سینے سے لگائے بیٹھی رہی اور ثانی الذکر نے علی گڑھ کی اعتدال سے متجاوز "روشنیٔ طبع" کو ایک حد تک لگام دینے کی کوشش کے علاوہ محض عربی زبان وادب اور تدوین وترتیبِ تاریخ کے میدان میں ترک تازی دکھانے پر تقریباً اکتفا کیا۔[۳] اس پس منظر میں ان کی علم وتحقیق کی بنیاد یکساں کیسے قرار دی جاسکتی ہے۔ اور یہ کہ "اس زمانے کے دبستان شبلی کے بعض اہل علم" ہوں یا کسی اور مدرسہ فکر کے خوشہ چیں علماء' مابعد کے کل سرمایۂ علمی سے صرف نظر کرتے ہوئے اسلام کی صرف پہلی صدی کے ہمارے اکابر ائمہ سے استفادہ کر کے دین کی جو مجتہدانہ بصیرت وہ حاصل فرمائیں گے' وہ اجتہادی بصیرت نئے شگوفے چھوڑے گی 'گل ہی کھلائے گی یا اسلامی انقلاب برپا کرنے کے عمل میں علمائے حق کا تعاون بھی حاصل کرنے میں کامیاب رہے گی جو ہمارے نزدیک اس راہ میں نشان منزل پانے کے لئے شرطِ لازم ہے۔

دوسرے نکتے میں فاضل مضمون نگار "خدام" کا ایک اور کالم کھڑا کرتے ہیں جو اہل علم کو قیل و قال میں مصروف چھوڑ کر الگ سے خدمت دین کا کام کرے گا۔ انقلابی عمل تو جدوجہد کے دور میں خاص وعام سب قوتوں کو یکجا کرنے کا متقاضی ہے۔ انہیں تقسیم کرنے میں کیا مصلحت پوشیدہ ہے؟ شاید یہ کہ دین کے خدام کے لئے محترم کالم نویس کو تیسرے نکتے میں جو "بالغ نظر اور مخلص" قیادت درکار ہے وہ اہل علم کی دخل در معقولات سے محفوظ ومامون رہے اور یک سوئی سے قرآن وسنت کی ایک ایسی بنیاد پر قصر انقلاب کی تعمیر کرے جس میں "نقل" کی ضرورت کم ہو اور "عقل" کا استعمال زیادہ۔ جو ان ائمہ دین کی مسلسل ومتواتر کاوش وتحقیق کی کم محتاج ہو جنہوں نے قرآن کریم پر غور وفکر اور سنت کو متعین شکل دینے میں زندگیاں کھپائی ہیں اور دور جاہلیت کے شعراء کے اس کلام کی موشگافیوں سے زیادہ استفادہ کرے جس سے "بعض اہل علم" پر اعجاز قرآنی کے عقدے بہتر طور پر کھلتے ہیں۔ رہی "اپنے ترتیب دیئے ہوئے نصابات" سے ان کی بیزاری تو وہ یقیناً جائز وروا ہو گی اگر ایسے نصابات رسول اللہؐ کے لائے ہوئے پیغام ربانی کو سمجھانے اور اسی کے کلام مبین کو اوڑھنا بچھونا بنانے کی ترغیب وتشویق کی غرض سے صرف اور صرف قرآن مجید کے متن ہی سے اخذ نہ کئے گئے ہوں۔ ورنہ مختلف مواقع و

۳۔ تفصیلی مطالعے کے لئے دیکھئے "حکمت قرآن" شمارہ ماہ ستمبر ۸۷ء میں محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کے دو وقیع مقالات۔

مصالح کی مناسبت سے قرآن کریم کی آیتوں اور سورتوں کا انتخاب تو ہادیِ اعظمؐ اور ان کے جلیل القدر صحابہؓ سے بھی ثابت ہے۔

تیسرے نکتے اور خاتمہ کلام کے بین السطور ہی وہ اصل ہنگامے مستور ہیں جنہوں نے فاضل کالم نگار اور ان کے قبیلے کا خواب و خور حرام کیا ہوا ہے۔ پہلے نزلہ سمع و طاعت کی بیعت پر گرتا ہے حالانکہ اللہ کے کلمے کو بلند کرنے کی جدوجہد میں سمع و طاعت کی بیعت وہ مبارک لیکن متروک سنت ہے جس کے اِجراء کی ہمت کرنے والا اجر عظیم پائے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی بشارت کے مطابق کسی ایک بھی مردہ سنت کا احیاء کرنے والے سے مرتبہ شہادت کا وعدہ ہے۔

> بیعت کے نظام کا جواز و صواب اور اسلام کی تاریخِ دعوت و عزیمت میں اس کا تسلسل ایک علیحدہ مقالے کا موضوع ہے۔ یہاں تو صرف اتنا کہا جاسکتا ہے کہ انانیت' خود پرستی اور نفسانفسی کے اس عالم میں جب ہر شخص " خود کوزہ و خود کوزہ گر و خودِ گلِ کوزہ " بنا پھرتا ہے' بیعت سمع و طاعت طلب کرنے کے لئے چیتے کا جگر چاہئے شاہیں کا تجسس۔ اس زمانے میں یہ بھاری پتھر اٹھانا بلاشبہ " من عزم الامور " ہے۔ اور اگر اللہ کے کسی بندے کو کچھ لوگوں نے دیکھتی آنکھوں اور سنتے کانوں اس بیعت کا اہل سمجھا ہے تو یہ وہ مقام ہے جو حسد کے نہیں رشک کے لائق سمجھا جانا چاہئے۔ ؎
>
> یہ رتبۂ بلند ملا جس کو مل گیا
> ہر مدعی کے واسطے دار و رسن کہاں

اور ہاں! اسلامی انقلاب کی جدوجہد کے لئے شوریٰ کی پابندیوں سے بالاتر " مامور من اللہ داعی " کی کوئی ایسی تنظیم بھی جو اپنے آپ کو " فوجی نظم و ضبط " میں باندھنے کی کوشش کر رہی ہو' "بعض اہل علم" کے لئے ایسی کڑوی گولی ہے جو کسی طور نگلی نہیں جاسکتی اگرچہ اس دوران پلوں کے نیچے سے کتنا ہی پانی بہہ گیا ہے۔ اعتراض برائے اعتراض کی بات الگ ہے۔ جو لوگ سمجھنے کے خواہش مند ہوں ان کے لئے اس وضاحت میں کوئی الجھاؤ نہ ہو گا کہ اگرچہ نبوت و رسالت کا دروازہ بند ہو جانے کے بعد ہر کلمہ گو کو اسلام کا داعی ہونا چاہئے تاہم جسے اللہ تعالیٰ اپنی دینی ذمہ داریوں کا کماحقہٗ شعور عطا فرمادے اس کی سوا مشکل ہے۔ وہ تو پابند ہو جاتا ہے کہ دین کی دعوت دینے والے اور اعلائے کلمۃ الحق کے لئے کوشاں کسی نہ کسی گروہ سے عملاً وابستہ ہو کر رہے اور اگر اس راہ میں کوئی مقام اسے بچاہی نہ ہو تو خود داعی بن کر

اٹھ کھڑا ہو اور "من انصاری الی اللہ" کی پکار لگائے۔ جس داعی کو بھی توفیق کی یہ ارزانی ہو جائے اس کا یہ عمل اللہ کے حکم کی بجا آوری میں ہی تو ہو گا۔ یہ اللہ اور اس کے رسولؐ کا امر ہی تو ہے جس کی تعمیل پر وہ کمربستہ ہوا ہے۔ اس معنی میں ہر داعی "مامور من اللہ" ہے۔ اس سے بڑھ کر کوئی مفہوم کسی داعی کے حاشیہ خیال میں بھی اپنے بارے میں پایا جاتا ہو تو اس بدبخت کا شمار اور حشر مرزا غلام احمد علیہ ماعلیہ کے بھائی بندوں کے ساتھ ہو گا۔

داعی کو شوریٰ کی پابندیوں کے تحت لانے کا شوق جمہوری تماشے کے اس دور میں بہت عام ہے۔ اچھے بھلے دانا و بینا لوگ چھوت کی اس بیماری سے محفوظ نہ رہ سکے۔ حالانکہ سیدھی سی بات یہ ہے کہ ایک داعی کی پکار پر لبیک کہنے والے لوگ پہلے سے اور از خود اس کے ادارے یا تنظیم کے بانیوں بلکہ وابستگان میں سے بھی نہیں ہوتے۔ وہ دعوت الی اللہ کے کام میں جس داعی کو اپنا تعاون پیش کرتے ہیں ان کا اعتماد کسی رسمی اظہار کا حاجت مند نہیں رہتا۔ اس کے ہاتھ میں ہاتھ دے دینا ہی بالفعل اس حقیقت کی علامت بن جاتا ہے کہ اس کے خلوص و اخلاص اور فہم و فراست پر انہیں شعوری طور پر انشراح صدر حاصل ہے۔ پھر سمع و طاعت فی المعروف کی بیعت کے اضافی عہد و پیان کے بعد شوریٰ کا ڈھونگ رچانا دکھاوے کے لئے تو ہو سکتا ہے، موثر نہیں ہوتا۔ کون نہیں جانتا کہ داعیوں کی اٹھائی ہوئی دینی تحریکوں میں اگر شورائیت اور انتخاب امیر وغیرہ کے قواعد و ضوابط پائے بھی جاتے ہیں تو عملاً وہ ہاتھی کے دانتوں کی حیثیت ہی کے حامل ہیں۔ کھانے کے نہیں، دکھانے کے...... برعکس اس کے اگر کوئی جماعت، ادارہ یا انجمن کچھ لوگوں کی مشترک اجتماعی کوششوں سے وجود میں آئی ہو یا اللہ تعالیٰ کے خصوصی فضل سے اس ملک خداداد میں یا کسی اور خطۂ ارضی میں دین کو اقتدار حاصل ہو جائے جو ظاہر ہے کہ کسی کے باپ کی جاگیر نہیں، سب اہل وطن کا مشترک ورثہ ہو گا تو ایسی صورت میں شورائیت ایک دستوری اور عملی ضرورت ہی نہیں، نصِ قرآنی ہے۔ انقلابی تحریکوں کا اصولی طرز عمل تو وہی ہوتا ہے جو اوپر بیان ہو چکا تاہم ایک ناقابل تردید حقیقت یہ بھی ہے کہ ان میں شورائیت کا عدم وجود کم از کم اس دورِ پُر آشوب میں تو آمریت کا روپ ہرگز نہیں دھار سکتا۔ کسی اجتماعیت کو، جو جدوجہد کے مرحلے سے گزر رہی ہو اور جس میں "فتوحات" اور کسی بھی طرح کی "یافت" کا دور دور نشان نہ ملتا ہو، کوئی داعی یا امیر بغیر حقیقی وواقعی (بمقابلہ رسمی و قانونی) شورائیت کے دو گام بھی چل کر تو دکھائے۔

رہا کسی تنظیم کا فوجی نظم و ضبط میں بندھا ہونا...... تو کون عقلمند بقائمی ہوش و حواس یہ دعویٰ کرے گا کہ

کوئی سیاسی جماعت بھی نظم و ضبط کے بغیر اپنے مقاصد کی منزل تک رسائی حاصل کر سکتی ہے...... (حکومتی مسلم لیگ کو فی الحال ذہن سے نکال دیجئے کہ وہ سرے سے جماعت ہے ہی نہیں)۔ اسلامی انقلابی تحریک کے تقاضے تو سمع و طاعت سے کم کسی ڈسپلن سے پورے نہیں ہو سکتے۔ اسے اگر فوجی نظم و ضبط کا نام دیا جائے تو بھی حق ادا نہیں ہوتا۔ اپنی ڈفلی بجانے اور اپنے راگ الاپنے والے لوگوں کا مجمع ایک میلے کا سماں تو پیدا کر سکتا ہے، کسی انقلابی تحریک کے خدوخال سے ذرا بھی مشابہت نہیں رکھتا۔

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

پچھلے ماہ ہم نے برادرِ محترم جناب ڈاکٹر اسرار احمد کی علالت کی خبر دے کر قارئینِ "میثاق" کو تشویش میں مبتلا کر دیا تھا۔ الحمدللہ کہ اب وہ معذوری کی قید سے آزاد ہو گئے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب کی طرف سے ادارہ اُن سب محترم دوستوں اور بزرگوں کا تہِ دل سے شکریہ ادا کرتا ہے جنہوں نے خصوصی دعاؤں میں انہیں یاد رکھا۔ اور ان کرم فرماؤں کا بالخصوص سپاس گزار ہے جنہوں نے تشریف لاکر اصالتاً اور خطوط کے ذریعے وکالتاً مزاج پرسی کا حق ادا کیا۔ خطوط میں سے چند کو اس بنا پر شاملِ اشاعت کیا گیا ہے کہ اُن میں افادۂ عام کے پہلو بھی ہیں۔ باقی مکتوب نگاروں سے گذارش ہے کہ انہی الفاظ کو ازراہِ کرم رسید سمجھیں۔ لاہور کے معالجینِ خصوصی اور ہڈیوں کے امراض کے ماہر ڈاکٹروں نے جس محنت اور التفات سے ڈاکٹر صاحب کا علاج کیا اس کا ذکر نہ کرنا بھی ناشکری ہوگی۔ ہم ان سب کے احسان مند ہیں۔ بالخصوص سرجن قاضی عبدالرزاق صاحب اور نیورو فزیشن ڈاکٹر منور حیات کے جن کی عنایات بے حد و حساب رہیں۔

ڈاکٹر صاحب محترم کی صحت ابھی پورے طور پر بحال نہیں ہوئی ہے اور بیماری کے اثرات ابھی باقی ہیں لہٰذا احتیاجِ دعا برقرار ہے۔ بایں ہمہ اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ کی توفیق سے انہوں نے اپنی صلاحیت اور میسر موقع سے فائدہ اٹھانے کا ایک بھرپور پروگرام بنا لیا ہے۔ جس کی تفصیل اس مراسلے سے عیاں ہے جو انہوں نے صحت یابی کے آثار دیکھتے ہی اپنے ساتھیوں کو لکھا اور ہمیں بھی اشاعت کے لئے دیا کہ اُن سے تعلقِ خاطر رکھنے والا ہر شخص اس کا مخاطب ہے۔ اُس مراسلہ کا عکس ادارے کی طرف سے دعاؤں کی تاکیدِ مزید کے ساتھ صفحہ ۹۶ پر شائع کیا جا رہا ہے۔

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

شریعت بل کا المیہ اور اِس کی ذمہ داری

ڈاکٹر اسرار احمد

قلب اور ذہن اس تصور سے لرزہ بر اندام ہیں' اور زبان و قلم اس اندیشے کے اظہار میں شدید رنج و غم اور صدمہ محسوس کر رہے ہیں کہ پاکستان میں شریعت بل کا جو حشر ہوا اور تا حال ہو رہا ہے وہ کہیں کسی عمومی عذاب سے قبل اللہ تعالیٰ کی جانب سے آخری تنبیہ بلکہ اتمامِ حجّت کی حیثیت اختیار نہ کر لے...... اس لئے کہ کسی مسلمان قوم کے سامنے شریعتِ خداوندی کی غیر مشروط بالادستی کو عملاً قبول کر لینے کی اس قدر صاف اور سادہ' اور خالص اور بے لاگ دعوت سے اعراض وا نکار عام مادہ پرست انسانوں کے نزدیک تو شاید کوئی اہم اور غیر معمولی واقعہ نہ ہو' لیکن وہ حقیقت بین لوگ جن کی آنکھوں کا سرمہ خاکِ بطحا و یثرب ہے خوب جانتے ہیں کہ "اِنَّهَا لَاِحْدَى الْكُبَرِ" (سورہ مدثر) کے مصداق ایک عظیم حادثۂ فاجعہ سے کسی طرح کم نہیں ہے! (ترجمہ...... یہ بہت بڑی باتوں میں سے ایک ہے!)

☆☆☆

ہر باشعور مسلمان جانتا ہے کہ اللہ کی اطاعت و بندگی کی دعوت تاریخ انسانی کے آغاز سے لے کر اب سے چودہ سو برس قبل تک اولوالعزم نبیوں اور رسولوں اور ان کے جلیل القدر صحابہؓ اور حواریوں کا کام رہا ہے...... اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت اور رسالت کے اختتام پذیر ہو جانے کے بعد سے یہ ذمہ داری تمام مسلمانوں پر بالعموم اور علماء دین پر بالخصوص عائد ہوتی ہے جنہیں آنحضورؐ نے انبیاء کے وارث

قرار دیا ہے...... پھر قرآن کا پڑھنے والا کون مسلمان ہو گا جو اس حقیقت سے واقف نہ ہو کہ اسی دعوتِ حق سے اعراض اور روگردانی کی پاداش میں پوری پوری قومیں اور بڑی بڑی آبادیاں نیست و نابود کر دی گئیں۔ اس لئے کہ قومِ نوحؑ سے لے کر آلِ فرعون تک متعدد قوموں کی عبرتناک داستانیں قرآن مجید میں بار بار دہرائی گئی ہیں۔

اگرچہ یہ صحیح ہے کہ جناب ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم نبوت کے بعد' اب قانونِ قرآنی "وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا" (سورہ بنی اسرائیل) ترجمہ...... اور ہم عذاب نہیں بھیجتے رہے جب تک کسی رسول کو مبعوث نہ فرمادیں" کے مطابق 'قوم نوح یا عاد و ثمود وغیرہ کی قسم کا عذاب استیصال جس سے پوری کی پوری قوم اور تمام امت کو نیست و نابود اور نسیاً منسیّاً کر دیا جائے کسی قوم پر نہیں آئے گا (سوائے یہود کے کہ وہ مستحق سزا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے ہی میں ہو گئے تھے لیکن ان کی سزا کی تنفیذ آنجناب ؑ کی دوبارہ آمد تک کے لئے مؤخر کر دی گئی ہے!) نام نہاد مسلمان قوموں اور امتوں کے لئے تو وہ سنت الٰہی اب بھی جاری ہے جس کے تحت بنی اسرائیل پر دو بار شدید ترین عذاب آیا (ایک بار کلدانیوں کے ہاتھوں اور ایک بار رومیوں کے ہاتھوں!) اور خود مسلمانوں پر بھی عالمگیر پیمانے پر یہ عذاب دو ہی مرتبہ آیا (پہلی مرتبہ تاتاری وحشیوں کے ہاتھوں اور دوسری مرتبہ یورپی مسیحیوں کے ہاتھوں!)...... اور خامہ پھر لرزہ براندام ہے اس اندیشے کے اظہار سے کہ ایک محدود پیمانے پر ملت اسلامیہ پاکستان پر بھی ایک مرتبہ تو یہ عذاب ۱۹۷۱ء میں سقوط مشرقی پاکستان کے موقع پر آچکا ہے اور دوسری بار کے آثار شدت کے ساتھ ظاہر ہو رہے ہیں اور صاف محسوس ہو رہا ہے کہ ؎

آگ ہے' اولادِ ابراہیم ہے' نمرود ہے
کیا کسی کو پھر کسی کا امتحاں مقصود ہے؟

واقعہ یہ ہے کہ شاعر کے اس خیال کے مصداق کہ ؎

عصیاں سے کبھی ہم نے کنارا نہ کیا
پر تو نے دل آزردہ ہمارا نہ کیا
ہم نے تو جہنم کی بہت کی تدبیر
لیکن تری رحمت نے گوارا نہ کیا!

اس عذاب کے لئے مسلمانان پاکستان نے تو پورے چالیس سال سے ایڑی چوٹی کا زور لگایا ہوا تھا اور تحریک پاکستان کے دوران اللہ تعالیٰ سے کئے ہوئے وعدوں کی خلاف ورزی عذاب الٰہی کو مسلسل دعوت دے رہی تھی لیکن رحمتِ خداوندی ڈھیل دیئے جا رہی تھی لیکن اب...... خاکم بدہن...... یوں محسوس ہو رہا ہے کہ جیسے "اَجَلٌ مُّسَمًّی" یعنی وقت معیّن سر پر آن پہنچا ہے اور اس کے ضمن میں آخری اتمامِ حجت اور قطعِ عذر شریعت بل کے المیے کے ذریعے ہو رہا ہے۔ اللہ سے دعا ہے کہ یہ اندازہ غلط ثابت ہو اور قدرت ہمیں کچھ مزید مہلت دے دے' وَمَا ذٰلِکَ عَلَی اللّٰہِ بِعَزِیْز!!

☆☆☆

غور کا مقام ہے کہ......

(۱) ...... یہ بل دو ایسے حضرات نے پیش کیا جو ایک جانب مسلّمہ حیثیت اور مرتبے کے عالم دین ہیں...... اور دوسری جانب ایک مقتدر قومی و دستوری ادارے یعنی سینٹ کے رکن ہیں۔

(۲) ...... پھر اس میں صرف کتاب اللہ اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی غیر مشروط اور بلا استثناء بالادستی کا مطالبہ تھا' صرف اس صراحت کے ساتھ کتاب وسُنّت کی تاویل من مانے اور مادر پدر آزاد انداز میں نہیں ہوگی' بلکہ بحیثیت مجموعی صحابہ کرامؓ اور خلفائے راشدین اور اہل بیت عظام و ائمۂ مجتہدین کی تاویل و توضیح اور اجتہاد و استنباط کے دائرے کے اندر اندر ہوگی۔ اس کے علاوہ نہ اس کے ساتھ کوئی سیاسی مسئلہ منسلک تھا نہ کسی بھی نوع کی فرقہ واریت!

(۳)...... پھر اس کو منظور کرانے کی جدو جہد کے لئے جو متحدہ شریعت محاذ وجود میں آیا وہ بھی خالص غیر سیاسی اور غیر فرقہ وارانہ تھا۔ اور اس میں ملک میں غالب اور فیصلہ کن اکثریت رکھنے والے اہل سنت کے جملہ مکاتب فکر کی بھرپور نمائندگی موجود تھی۔ چنانچہ واقعہ یہ ہے کہ کسی قطعاً غیر سیاسی اور خالص دینی پلیٹ فارم پر اتنی دینی قوتوں کا اجتماع ایک بہت طویل عرصے کے بعد دیکھنے میں آیا تھا۔

لیکن اس سب کے باوصف اس بل کا جو حشر ہوا وہ یہ کہ:

(۱)...... دو سال سے زائد عرصے سے وہ اس سینٹ کے حلق میں ہڈی بن کر پھنسا ہوا ہے جس کے اراکین کی اکثریت کی رکنیت صرف اس امر کی مرہون منت ہے کہ وہ اس شخصیت کے منظور نظر تھے جس نے کچھ ہی عرصہ قبل اسلام اور دین و شریعت کے نام پر ریفرنڈم کا ڈھونگ رچایا تھا!

(۲)...... حکومتِ وقت کے ذمہ دار ترین حضرات کی جانب سے بار بار یہ فیصلہ کن اعلان ہو چکا ہے کہ بل ہرگز منظور نہیں کیا جائے گا۔ بلکہ برسر اقتدار لوگوں نے شریعت اسلامی کی ایسی فیصلہ کن صورت میں تنفیذ کی تحریک سے خائف ہو کر اپنے اس جزوی قدم کو بھی راستے ہی میں روک لیا ہے جو دستور کے نویں ترمیمی بل کی صورت میں 'غلطی' سے اٹھ گیا تھا!

○ مزید بر آں...... سیکولر ذہن اور نظریات کی حامل جماعتوں اور زعماء کا تو کہنا ہی کیا، بہت سے نام نہاد 'اسلام پسند' طبقوں اور رہنماؤں' حتیٰ کہ بعض خالص مذہبی جماعتوں اور تنظیموں تک نے اس کی شدید مخالفت کی۔

ان حالات میں واقعہ یہ ہے ناطقہ سربگریباں ہے کہ کیا کہے اور خامہ انگشت بدنداں ہے کہ کیا لکھے کہ معاذ اللہ ؎

یہ ڈرامہ دکھائے گا کیا سین
پردہ اٹھنے کی منتظر ہے نگاہ!

☆☆☆

اب آیئے اس سوال کی جانب کہ اس المیے کا ذمہ دار کون ہے؟

اس ضمن میں بھی اس حقیقت کے ادراک و شعور اور اس کے اظہار و اعتراف پر لرزہ طاری ہوتا ہے کہ اگر اس کی ذمہ داری چند افراد یا قوم کے کسی ایک مخصوص طبقے پر عائد ہوتی تو معاملہ اتنا خوفناک نہ ہوتا...... اس لئے کہ ؎

فطرت افراد سے اغماض بھی کر لیتی ہے!

لیکن افسوس کہ یہاں معاملہ یہ ہے کہ یہ ذمہ داری کم و بیش پوری کی پوری قوم اور اس کے جملہ طبقات پر عائد ہوتی ہے...... اور یہی معاملہ زیادہ پریشان کن اور قابلِ حذر ہے' اس لئے کہ بقول اقبال قدرت خداوندی ؎

نہیں کرتی کبھی ملت کے گناہوں کو معاف!

ذمہ داری کی اس بحث میں قوم کے ان طبقات کا ذکر تو تضییع وقت اور قلم و قرطاس کے زیاں کے مترادف ہو گا جو کھلم کھلا سیکولر سیاست کے علمبردار ہیں' اور اپنی ناسمجھی میں پاکستان کو بھی دنیا کے دوسرے ممالک کی طرح ایک عام ملک سمجھتے ہیں اور ان کا زیادہ سے زیادہ مبلغِ فکر دنیا کی دوسری فلاحی ریاستوں کی طرح کی فلاحی ریاست کا قیام ہے' یا محض سیاست کے میدان کے کھلاڑی ہیں' اور جنگِ اقتدار سے زائد نہ انہیں دین و مذہب کے تقاضوں سے کوئی سرور کار ہے' نہ ملک و قوم کی فلاح و بہبود سے کوئی تعلق...... ایسی جماعتوں اور تنظیموں اور اس قسم کے رہنماؤں اور زعیموں کی جانب سے اگر شریعت بل کی مخالفت ہوئی تو انہیں دوش یا الزام دینا عبث ہے' اس لئے کہ ؎ "اقتضائے طبیعتش این ست!"

ہمارے نزدیک اس المیے کی اصل ذمہ داری چار طبقات پر عائد ہوتی ہے جو دو دو کے دو جوڑوں پر مشتمل ہیں۔ اور عجیب بات ہے کہ ان دونوں جوڑوں میں سے بظاہر احوال زیادہ ذمہ داری ایک ایک فریق پر عائد ہوتی ہے' جبکہ فی الحقیقت ذمہ داری کا زیادہ بوجھ ہر جوڑے کے دوسرے فریق پر ہے۔

ان میں سے پہلے جوڑے کا فریق اول موجودہ نیشنل اسمبلی'' سینیٹ'اور مرکزی حکومت پر مشتمل ہے جبکہ دوسرا فریق صرف ایک شخصیت یعنی صدر مملکت پر مشتمل ہے جو کہنے کو تو فرد واحد ہیں لیکن واقعہ میں 'اس خاص قوم کے مانند جس کا ایک فرد سوا لاکھ کے برابر ہوتا ہے 'تن تنہا مقدم الذکر پورے فریق پر بھاری ہیں!

ان میں سے 'ظاہر بات ہے کہ 'شریعت بل کے ضمن میں تا حال جو لیت و لعل ہوا اور تاخیر و تعویق کے حربے آزمائے گئے ان کی ذمہ داری کُلّیۃً فریق اول پر عائد ہوتی ہے..... اور آئندہ بھی اگر یہ بل صریحاً رد ہو کر ردی کی ٹوکری کے حوالے ہو گیا یا اسے مُثلہ کر کے بالکل غیر مؤثر صورت میں منظور کیا گیا تو اس کی ذمہ داری بھی اسی فریق پر آئے گی..... اس لئے کہ اصلاً اور عملاً ان ہی کے سامنے اس بل کی صورت میں سورہ مائدہ کے ساتویں رکوع کی آخری آیت میں وارد شدہ سوال ایک ننگی تلوار کے مانند کھڑا ہے کہ:

"اَفَحُکۡمَ الۡجَاهِلِیَّةِ یَبۡغُوۡنَ؟" (ترجمہ) "تو کیا یہ لوگ جاہلیت کے حکم اور فیصلے کے طالب ہیں؟" ..... اور انہی کے سروں ہی پر سورہ مائدہ کے متذکرہ بالا رکوع میں وارد شدہ تہدیدی اور غیظ و غضب سے بھرپور آیات کی تلواریں لٹک رہی ہیں جن کا حاصل یہ ہے کہ "جو لوگ اللہ کے اتارے ہوئے (قانون اور شریعت) کے مطابق فیصلے نہ کریں وہی تو کافر ہیں..... وہی تو فاسق ہیں..... وہی تو ظالم ہیں!"

بقول علامہ اقبال ؎

بتوں سے تجھ کو امیدیں' خدا سے نومیدی
مجھے بتا تو سہی اور کافری کیا ہے؟

لیکن واقعہ یہ ہے کہ اس جوڑے میں سے اس المیے کی اصل ذمہ داری سورہ نور میں وارد شدہ الفاظ مبارکہ "اَلَّذِیۡ تَوَلّٰی کِبۡرَہٗ" ترجمہ "وہ شخص جس نے اس کا سب سے بڑا وبال اپنے سر لیا!" کے مصداق اس شخصیت کے سر ہے جس نے مارشل لاء کی صورت میں ابتداءً محاسبہ اور تطہیر کے نام پر اور بعد ازاں کُلّیتہً

اسلام کے نام پر اپنے اقتدار کو طول دیا اور پورے ساڑھے آٹھ برس تو خود اپنے ہی الفاظ کے مطابق "مقتدرِ مطلق" کی حیثیت سے کوسِ لِمَنِ المُلک بجایا۔ اور اس کے بعد جمہوریت کی نیم دلانہ اور جزوی بحالی کے موقع پر خود تو پھر اسلام ہی کے نام پر ریفرنڈم کا ڈھونگ رچا کر پانچ سال تک کے لئے صدارت پر بھی قابض ہو گیا اور "بحالیٔ جمہوریت' کی قیمت کے طور پر ملکی دستور میں من مانی ترمیمات بھی تسلیم کرا لیں اور ان کے ذریعے صدارت کے علاوہ اقتدارِ اعلیٰ کی بعض دوسری اہم ڈوریں بھی اپنے ہاتھ میں لے لیں' اور اپنے ساڑھے آٹھ سالہ دور "اقتدار مطلق" کے جملہ اقدامات کے لئے تحفظ بھی حاصل کر لیا..... لیکن اسلام کی بالادستی کے لئے نہ تو اپنے خالص دور اقتدار میں' سوائے چند ظاہری ٹیپ ٹاپ (COSMETIC TREATMENT) کی نوعیت کے الٹے سیدھے اقدامات کے' کوئی فیصلہ کن قدم اٹھایا نہ ہی جمہوریت کی نیم بحالی کے موقع پر وصول شدہ قیمت میں سے کوئی حصہ دین اسلام یا شریعت اسلامی کو دلوایا..... !!

بلکہ ستم بالائے ستم یہ کہ عوام کو نفاذِ شریعت کے لئے ارکان اسمبلی کا گھیراؤ کرنے کی تلقین فرما کر ان لوگوں کی راہ میں مزید کانٹے بچھا دیئے جو موجودہ نیم جمہوری نظام ہی کے ذریعے نفاذِ شریعت کے لئے کوشاں ہیں..... اس لئے کہ اس سے عوام کے ایک بہت بڑے طبقے کی نگاہوں میں ان کا کردار مشکوک ہو گیا اور اُس کے نزدیک ان کی بات "ہز ماسٹرز وائس' کی حیثیت اختیار کر گئی!

☆☆☆

اس المیئے کے ذمہ داروں کا دوسرا اہم جوڑا مذہبی تنظیموں اور نیم دینی و نیم سیاسی جماعتوں پر مشتمل ہے۔ اس جوڑے کے فریق اول کی حیثیت ان جماعتوں اور جمعیتوں کو حاصل ہے جنہوں نے شریعت بل کی براہ راست اور کھلم کھلا مخالفت کی اور فریق ثانی ان جماعتوں اور جمعیتوں اور تنظیموں اور اداروں پر مشتمل ہے جنہوں نے دو سینیٹر حضرات کے پیش کردہ نجی بل کو نہ صرف یہ کہ "اختیار'

(ADOPT) کر لیا بلکہ اس کو منظور کرانے کی جدوجہد کے لئے اپنے آپ کو "متحدہ شریعت محاذ" کی صورت میں منظم بھی کر لیا۔

ان میں سے بھی بچشم سر تو یہی نظر آتا ہے کہ شریعت بل کے کھٹائی میں پڑنے کی ذمہ داری کا اصل بوجھ فریق اول یعنی بل کے مخالفین کے کندھوں پر ہے...... لیکن چشم حقیقت بین کچھ اور دیکھتی ہے اور اسے معاملہ ع

میں الزام ان کو دیتا تھا، قصور اپنا نکل آیا!

والا نظر آتا ہے...... تاہم اس مسئلہ پر تو گفتگو بعد میں ہو گی، آیئے کہ پہلے فریق مخالف کا جائزہ لے لیں!

ان میں سے بھی اہل تشیّع کے بارے میں ہمیں کچھ عرض نہیں کرنا ہے، اولاً اس لئے کہ ان کا معاملہ حساس اور فرقہ وارانہ نوعیت کا ہے، ثانیاً اس لئے کہ ان کے مسئلے کی حیثیت بالکل جداگانہ ہے، جس کا مظہر اتم یہ ہے کہ خود انہوں نے زکوٰۃ کے معاملے میں اپنے آپ کو اہل سنت سے بالکل علیحدہ کر لیا...... اور ثالثاً اس لئے کہ اگرچہ وہ متحدہ شریعت محاذ میں شامل نہیں ہوئے تاہم انہوں نے شریعت بل کی مخالفت میں بھی زیادہ سرگرمی نہیں دکھائی...... اور یہ غالباً اس لئے کہ مجوزہ شریعت بل میں کتاب و سنت کی تعبیر و تاویل کے ضمن میں جہاں صحابہ کرامؓ اور خلفائے راشدینؓ کا عمومی ذکر ہے (جن میں لازماً جملہ اہل بیت اطہارؓ اور حضرت علیؓ بھی شامل ہیں) وہاں اہل بیت عظام کا ذکر خصوصی طور پر اور جداگانہ انداز میں بھی موجود ہے۔ رضی اللہ عنہم وارضاہم اجمعین!

☆☆☆

اہل سنت کی جن تنظیموں نے شریعت بل کی مخالفت میں فعال کردار ادا کیا وہ تین ہیں۔ جمعیت علماء اسلام کا مولانا فضل الرحمٰن گروپ، جمعیت اہل حدیث کا علامہ احسان الٰہی ظہیر مرحوم و مغفور کے نام سے معنون گروپ، اور جمعیت علماء پاکستان بحیثیت مجموعی۔

جہاں تک راقم الحروف سمجھ سکا ہے اور اس میں خطا کا امکان بہر حال موجود ہے' ان تمام جمعیتوں کی جانب سے شریعت بل کی مخالفت اصلاً اور ابتداءً خالص سیاسی بنیادوں پر تھی...... اگرچہ بعد میں ان میں سے بعض نے اپنے اختلاف کے لئے ایک مذہبی بنیاد بھی خالصتہً دفعِ حجت کے لئے بطور ڈھال اختیار کرلی۔ واللہ اعلم!!

ان حضرات کے سیاسی موقف کے بارے میں راقم الحروف کی رائے کیا ہے۔ اس سوال کے جواب میں اگر اس وقت کچھ عرض کیا جائے تو شاید اسے سخن سازی قرار دیا جائے۔ لہٰذا راقم یہاں اپنے اس بیان کا متعلقہ حصہ درج کر رہا ہے جو اُس نے تنظیم اسلامی کی متحدہ شریعت محاذ میں شمولیت کے موقع پر جاری کیا تھا اور جو ماہنامہ "میثاق" کی اشاعت بابت نومبر ۱۹۸۶ء میں بھی شائع ہوا تھا اور روزنامہ "جنگ" نے بھی اسے از راہ کرم من وعن بطور مضمون شائع کر دیا تھا۔ وَھُوَ ھٰذا

"اِس متحدہ شریعت محاذ میں وہ تمام اہم مذہبی عناصر جمع ہیں جنہوں نے صدر ضیاء الحق کی سابقہ خالص مارشل لائی حکومت کے دوران حکومت اور ایم آر ڈی کے بین بین روش اختیار کی تھی اور پھر صدر صاحب کے ترمیم کردہ دستور کے تحت منعقد ہونے والے غیر جماعتی انتخابات میں حصہ بھی لیا تھا' جیسے جماعت اسلامی بحیثیت مجموعی' جمعیت علماء اسلام کا مولانا درخواستی گروپ' جمعیت اہل حدیث کا میاں فضل حق گروپ اور بریلوی مکتب فکر کے بعض مقتدر اور مسلمہ حیثیت کے حامل علماء کرام ان اہم جماعتوں کے ساتھ ساتھ بعض دوسری چھوٹی دینی تنظیمیں اور انجمنیں بھی اس متحدہ محاذ میں شامل ہو گئی ہیں جن میں سے ایک تنظیم اسلامی بھی ہے!

اس کے بالمقابل بعض دوسرے دینی حلقے اس شریعت بل اور متحدہ شریعت محاذ کی مخالفت ڈنکے کی چوٹ کر رہے ہیں۔ ان میں سے جمعیت علماء اسلام کا مولانا فضل الرحمٰن گروپ تو ایم آر ڈی کا فعال اور مؤثر جزو ہے' جمعیت اہل حدیث کے علامہ احسان الٰہی ظہیر گروپ کو بھی ایک نسبت ایم آر ڈی سے حاصل رہی ہے اس لئے کہ علامہ صاحب موصوف تحریک استقلال کے ناطے ایم آر ڈی میں

شامل رہے ہیں' رہی جمعیت علماء پاکستان جس کے قائداعلیٰ مولانا نورانی میاں ہیں تو وہ اگرچہ ایم آر ڈی میں تو کبھی شامل نہیں ہوئی' تاہم اس کا سیاسی موقف وہی ہے جو ایم آر ڈی کا ہے۔

اس معاملے میں راقم الحروف اور تنظیم اسلامی کا مؤقف بعض حضرات کے لئے حیرانی کا باعث ہوا ہے لہٰذا اس کی قدرے وضاحت لازمی ہے۔

سیاسی معاملات میں راقم کا موقف بالکل وہی ہے جو ایم آر ڈی کا یا مولانا نورانی میاں کا یا علامہ احسان الٰہی ظہیر صاحب کا ہے۔ چنانچہ راقم کے نزدیک اولاً وہ ریفرنڈم جس کی اساس پر ضیاء الحق صاحب صدر بنے ہوئے ہیں' پاکستان کی چالیس سالہ دستوری تاریخ کا سب سے بڑا فراڈ تھا' ...... ثانیاً ضیاء الحق صاحب کو کوئی حق حاصل نہ تھا کہ ۷۳ء کے متفق علیہ دستور میں من مانی ترامیم کر دیں' ثالثاً اس ترمیم شدہ دستور کے تحت منعقد ہونے والے غیر جماعتی انتخابات اور ان کے نتیجے میں قائم ہونے والی مرکزی اور صوبائی حکومتوں کو کوئی دستوری اور اخلاقی جواز حاصل نہیں ہے..... اور رابعاً ملک کی سلامتی اور سالمیت کا تقاضا یہی ہے کہ جلد از جلد ایسے عام انتخابات جماعتی بنیادوں پر منعقد کئے جائیں جن میں کسی پارٹی کے حصہ لینے پر کوئی پابندی نہ ہو۔

لیکن دوسری جانب راقم الحروف اور تنظیم اسلامی کے نزدیک شریعت کی بالادستی کا مسئلہ ہر شے سے بالاتر ہے اور اس معاملے میں عمل کُلیتہً اس اصول پر ہونا چاہئے کہ "لا تنظروا الی من قال ولکن انظروا الی ماقال" یعنی "یہی نہ دیکھو کہ کہنے والا کون ہے بلکہ یہ دیکھو کہ وہ کہہ کیا رہا ہے!" لہٰذا شریعت اسلامی کی بالادستی کے مسئلے پر جملہ مسلمانان پاکستان کو بلالحاظ مسلک و مشرب سیاسی مسائل کے ضمن میں اپنے اختلاف رائے کو برقرار رکھتے ہوئے ایک پلیٹ فارم پر جمع ہو جانا چاہئے...... بالکل ایسے جیسے ایم آر ڈی میں شامل جماعتیں اپنے تمام تر اختلافات کے باوجود چند نکات پر مجتمع ہو گئی تھیں!......

چنانچہ خود راقم الحروف نے اب سے لگ بھگ چھ ماہ قبل ایک "متحدہ مذہبی محاذ" یا "تحفظ شریعت محاذ" کے قیام کی تجویز پیش کی تھی جس کی تفصیلی وضاحت اپریل ۸۶ء کے "میثاق" میں شائع ہوئی تھی۔ موجودہ "متحدہ شریعت محاذ" چونکہ اس

کے قبیل ہی کی نہیں بلکہ اس سے بھی آگے کی بات ہے۔ لہٰذا راقم اپنے جمیع رفقاء کار سمیت اس میں شرکت کو اپنے حق میں موجب سعادت سمجھتا ہے۔ اور ان بزرگ علماء و زعماء کا شکریہ ادا کرتا ہے جنہوں نے راقم الحروف اور تنظیم اسلامی کو اس مبارک کام میں شرکت کا اہل سمجھا اور اس کی دعوت دی۔

ساتھ ہی ہم مولانا سید حامد میاں مدظلہ' اور مولانا فضل الرحمٰن صاحب' مولانا نورانی میاں بالقابہ اور مولانا عبدالستار خان نیازی' اور علامہ احسان الٰہی ظہیر اور ان کے رفقاء واجبات سے بھی پر زور استدعا کرتے ہیں کہ وہ بھی اپنے سیاسی مؤقف کو برقرار رکھتے ہوئے شریعت اسلامی کی بالادستی کی اس اجتماعی جدوجہد میں شریک ہوں اور یہ ثابت کر دیں کہ جملہ اسلامیان پاکستان دین حق کی اقامت اور شریعت اسلامی کے نفاذ کے معاملے میں متفق و متحد ہیں انشاء اللہ العزیز وہ اس ایثار اور قربانی پر اللہ کی جانب سے اجر عظیم کے مستحق ہوں گے!

زیر بحث شریعت بل اور شریعت محاذ کے بارے میں بہت سے سیاسی معاملات کی سوجھ بوجھ رکھنے والے حضرات کی رائے یہ ہے کہ یہ سب صدر ضیاء الحق صاحب کا سیاسی کھیل ہے۔ اور واقعہ یہ ہے کہ بعض آثار و قرائن سے اس کی تائید بھی ہوتی ہے لیکن راقم کے نزدیک اولاً تو ایسی تمام باتیں ظن و تخمین کے درجے میں آتی ہیں جبکہ نفاذ شریعت کا معاملہ حتمی اور یقینی طور پر ہم سب کا فرض ہے...... ثانیاً افراد' خواہ کسی وقت وہ کتنے ہی بڑے نظر آتے ہوں' حقیقت میں کوئی اہمیت نہیں رکھتے...... اصل اہمیت کا حامل مسئلہ ملک و ملت کا ہے۔ اشخاص کا معاملہ تو یہ ہے کہ ع

جو تھا نہیں ہے' جو ہے نہ ہو گا' یہی ہے اک حرف محرمانہ!

البتہ دین اور شریعت کی جانب اٹھا ہوا' ہر قدم...... اور اس کے ضمن میں کی جانے والی ہر کوشش امر ہو جائے گی! چنانچہ نفاذ شریعت علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے ضمن میں تو اگر ہمیں آنکھوں دیکھتے مکھی نگلنی پڑے تو ہمیں اس کے لئے بھی تیار رہنا چاہئے!"

لیکن اب اس پر سوائے کفِ افسوس ملنے کے اور کیا کیا جا سکتا ہے کہ' خواہ اسے ان جماعتوں کے قائدین کی ضد پر محمول کر لیا جائے' خواہ محاذ میں شامل زعماء کی کم

کوٹھی پر' بہرحال ہوا یہ کہ ان تینوں فعال اور وقیع مذہبی قوتوں میں سے کسی کو بھی شریعت بل کی حمایت پر آمادہ نہ کیا جاسکا!

اس ضمن میں راقم الحروف نے اپنی بے بضاعتی کے باوجود ڈیڑھ ملاقاتیں مولانا سید حامد میاں مدظلہ' سے کیں' اور وہ کسی حد تک نرم اور آمادہ بھی ہو گئے تھے لیکن اس کے بعد جب مولانا فضل الرحمٰن سے ملاقات ہوئی تو اندازہ ہوا کہ یہ جواں سال و گرم خون شخصیت اپنی رائے میں بہت پختہ اور مؤقف میں بہت سخت ہے' لٰہذا مایوسی کا سامنا ہوا۔ علامہ احسان الٰہی ظہیر مرحوم سے بھی صرف فون پر دو بار گفتگو ہو سکی' انہوں نے راقم کے محولہ بالا بیان کو نہایت متوازن قرار دیا اور مبارکباد دی اور راقم کو گمان تھا کہ انہیں مؤقف بدلنے پر آمادہ کیا جاسکتا ہے لیکن افسوس کہ کبھی ان کے اور کبھی میرے بیرونی سفر ملاقات اور تفصیلی گفتگو کی راہ میں سد آہن بنے رہے......

مولانا نورانی میاں بالقابہ سے ملاقات اور گفتگو کی ہمت راقم اپنی بے بضاعتی اور 'ناکسی' کے پیش نظر نہ کر سکا...... بہرحال اس ضمن میں ہماری آخری پناہ گاہ تو یہی الفاظ مبارکہ ہیں کہ "ماشاءَاللّٰه کان و مالم یشأ لم یکُن" یعنی جو اللہ نے چاہا وہ ہو گیا اور جو اس نے نہ چاہا وہ ہو ہی نہ سکتا تھا! ۔ تاہم اپنی تمام تر بے بضاعتی اور ان حضرات کی تمام تر جلالت قدر کے باوصف یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ شریعت بل کے خالص دینی مسئلے پر اپنے سیاسی مؤقف کو فوقیت دے کر ان حضرات نے ایک بڑی اخروی جوابدہی کا بوجھ اپنے سر لے لیا ہے...... واللہ اعلم!!

☆☆☆

جہاں تک مذہبی اختلافات کی بنیاد پر شریعت بل کی مخالفت کا تعلق ہے تو اس کی اول تو کوئی اساس تھی ہی نہیں...... اس لئے کہ اولاً خود بل کے مجوزین نے اس کو حرف آخر قرار نہیں دیا تھا بلکہ باہمی مشورے سے ترمیم اور حک و اضافے کا دروازہ کھلا رکھا تھا' چنانچہ متحدہ شریعت محاذ نے بھی جب اسے اپنایا تو اس میں اسلامی نظریاتی کونسل اور بعض دیگر علماء کرام کے مشوروں کی روشنی میں متعدد ترامیم کر دی

تھیں...... اور اس کے بعد بھی محاذ کی جانب سے مسلسل اعلان ہوتا رہا کہ جن دینی حلقوں کو اس کی کسی شق پر کوئی اعتراض ہو وہ بیان فرمائیں' ہم غور کرنے کے لئے تیار ہیں...... چنانچہ خود راقم کے محولہ بالا بیان کا اختتام بھی ان الفاظ پر ہوا تھا کہ:

" دوسرے یہ کہ یہ شریعت بل اپنی موجودہ ترمیم شدہ صورت میں بھی "حرف آخر" نہیں ہے۔ اس میں باہمی مشورے سے مزید ترامیم بھی کی جا سکتی ہیں۔ خود راقم کی ذاتی رائے بعض معاملات میں کسی قدر مختلف ہے (جو میثاق کی اشاعت بابت اگست ۸۶ء میں تفصیلاً بیان ہو چکی ہے) لیکن جیسے کہ اس سے قبل عرض کیا جا چکا ہے دین کے تقاضے اور ملت کے مصالح انفرادی آراء سے بالاتر ہیں۔ بقول اقبال ؂

قبائل ہوں ملت کی وحدت میں گم
کہ ہو نام اسلامیوں کا بلند!

ضرورت اس امر کی ہے کہ کھلے دل کے ساتھ ایک پلیٹ فارم پر جمع ہوں۔ اور باہمی افہام و تفہیم کی فضا میں کسر انکسار کے اصول پر متفقہ مؤقف اختیار کیا جائے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو خیر کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین!! "

مزید بر آں اس ضمن میں "مقلدین" یعنی حنفی المسلک حضرات کے لئے پھر بھی کچھ قیل و قال کی گنجائش تھی اس لئے کہ اس بل میں حنفی فقہ کا ذکر نہیں ہے۔ چنانچہ ۶ مارچ ۸۷ء کے جلسہ لاہور میں بالآخر مولانا فضل الرحمٰن کو یہی نعرہ لگاتے بنی' اور مولانا نورانی میاں کے دست راست محترم مولانا عبدالستار خاں نیازی نے بھی بعض مواقع پر (مثلاً جنگ فورم میں) یہی موقف اختیار کیا (اگرچہ مولانا نورانی میاں بالقابہ کی جانب سے کم از کم میری یادداشت کی حد تک یہ بات سامنے نہیں آئی!)

...... لیکن غیر مقلدین یعنی اہل حدیث حضرات کے لئے تو واقعہ یہ ہے کہ اختلاف کے لئے سرے سے کوئی گنجائش ہی موجود نہیں تھی۔ سوائے ایک دو الفاظ کے جن کو ان کے مسلّمہ حیثیت اور علمی وجاہت کے حامل علماء کے مشورے سے بدل دیا گیا تھا

.... اور اہل حدیث بزرگوں اور دوستوں کی جانب سے شدید ردعمل کے اندیشے کے باوجود راقم الحروف یہ کہنے سے باز نہیں رہ سکتا کہ اس معاملے میں کم از کم ان کا رویّہ تو بعینہٖ وہی ہے جس پر قرآن مجید نے ان الفاظ میں تبصرہ فرمایا تھا کہ "وَاٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلْتُ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ وَلَا تَكُوْنُوْٓا اَوَّلَ كَافِرٍۢ بِهٖ" (سورہ بقرہ رکوع ۵) ترجمہ "اور مانو اس چیز کو جو میں نے اس چیز کی تصدیق کرتے ہوئے نازل فرمائی ہے جو تمہارے پاس موجود ہے..... اور تم ہی اس کے سب سے پہلے انکار کرنے والے نہ بن جاؤ!"

لیکن افسوس کہ جہاں سچے عشق کا معاملہ تو یہ ہوتا ہے کہ ع

میں کوچۂ رقیب میں بھی سر کے بل گیا!

وہاں شخصی، گروہی اور سیاسی تعصب کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ ع

میں ہوا کافر تو وہ کافر مسلماں ہو گیا!

جہاں تک فقہِ حنفی کا تعلق ہے، خود راقم الحروف اس رائے کا اظہار جولائی ۸۶ء میں (مولانا فضل الرحمٰن کے اعلان سے آٹھ ماہ قبل) ڈنکے کی چوٹ کر چکا تھا کہ جس نہج اور طریق سے شریعت بل کے مجوزین پاکستان میں شریعت اسلامی کے نفاذ کے لئے کوشاں ہیں اس کا تقاضا ہے کہ یہ دو اعلان دوٹوک انداز میں کئے جائیں کہ اولاً ..... پاکستان ایک سنی اسلامی ریاست ہے اور ثانیاً..... یہاں کا قانون ملکی (LAW OF THE LAND) فقہ حنفی کے مطابق ہو گا، البتہ دوسرے مسالک کے لوگوں کو احوالِ شخصیّہ (PERSONAL LAW) کی حد تک اپنی اپنی فقہ پر عمل کرنے کی پوری آزادی ہو گی.....!

راقم کا یہ بیان اخبارات میں بھی نمایاں انداز میں رپورٹ ہوا تھا اور اس موضوع پر ایک مفصل خطاب بھی "میثاق" کی اشاعت بابت اگست ۸۶ء میں شائع ہو گیا تھا..... لیکن ظاہر ہے کہ اولاً..... انسان کو کسی وسیع تر اتحاد کی خاطر ذاتی رائے میں کسرو انکسار قبول کرنا پڑتا ہے، اور ثانیاً..... یہ بھی ظاہر ہے کہ نہ فقہ حنفی کتاب و سنت کے

دائرے سے باہر ہے نہ ہی، معاذ اللہ، کتاب و سنت اور فقہ حنفی میں کوئی تباین یا تضاد کی نسبت ہے!

اس ضمن میں یہ بات ہر ایسے شخص کے اچھی طرح سمجھ لینے کی ہے جو اسلام کے ساتھ خلوص و اخلاص کا رشتہ رکھتا ہو اور پاکستان میں اسلام کے بالفعل قیام کے لئے کوشاں ہو کہ اگر یہاں مختلف مسالک کے لوگ یہ روش اختیار کئے رہیں کہ اسلام آئے تو ہمارے مسلک کی صورت میں آئے ورنہ ہمیں سیکولر نظام ہی بسرو چشم قبول ہے تو اس ملک میں اسلام کبھی قائم نہ ہو سکے گا۔ اس کے برعکس ہر حنفی کی سوچ یہ ہونی چاہئے کہ اسلامی نظام بہر صورت آنا چاہئے، خواہ فقہِ حنفی کی صورت میں، خواہ شافعی، مالکی یا حنبلی فقہ کی صورت میں، خواہ کتاب و سنت سے غیر مقلّدانہ استخراج و استنباط کی صورت میں، اور ہر اہل حدیث کی سوچ یہ ہونی چاہئے کہ شریعت اسلامی کا بول بہر صورت بالا ہونا چاہئے خواہ ان کے اپنے مسلک کے مطابق، خواہ کسی معین فقہ کے التزام کی صورت میں! اے کاش کہ ایسا ہو جائے!!

☆☆☆

اور اب آیئے اس داستان کے المناک ترین باب کی طرف۔

جیسا کہ اس سے پہلے عرض کیا جا چکا ہے شریعت بل کے المیے کی اصل ذمہ داری بل کے مخالفوں پر نہیں بلکہ خود متحدہ شریعت محاذ اور اس میں شامل جماعتوں اور تنظیموں پر ہے۔ اس لئے کہ یہ اصلاً ان ہی کی کم کوشی اور کم ہمتی کا نتیجہ ہے کہ ایک جانب حکومت شریعت بل کو پورے اطمینان کے ساتھ طاق نسیان پر دھرے نچنت بیٹھی ہے اور دوسری جانب بل کے مجوزین و مویدین اس حال میں ہیں کہ ؎

پھرتے ہیں میر خوار کوئی پوچھتا نہیں
اس عاشقی میں عزتِ سادات بھی گئی!

یادش بخیر، جگرؔ کے درج ذیل شعر کے مصداق، متحدہ شریعت محاذ کا اٹھان نہایت شاندار اور پر جلال و پر ہیبت تھا کہ ؎

یہی انجام کا مارا ہوا دل
ہلاکِ عشرتِ آغاز بھی ہے!

اس لئے کہ......

○ اولاً...... یہ ایک نہایت وسیع القاعدہ (BROAD BASED) اتحاد تھا اور اس میں ملک کی فیصلہ کن حد تک غالب اکثریت یعنی اہلِ تسنّن کے جملہ مکاتب فکر کی بھرپور نمائندگی موجود تھی۔ چنانچہ دیوبندی مسلک کے حامل لوگوں میں سے تھانوی حلقہ تو پورے کا پورا اس میں شامل تھا جو قلباً و ذہناً خالص مسلم لیگی ہے' پھر جمعیت علماء اسلام کے مولانا درخواستی گروپ کی صورت میں مدنی حلقے کی ہی تقریباً تمام کی تمام بزرگ شخصیات اس میں شریک تھیں' جن میں پنجاب سے مولانا عبداللہ درخواستی مدظلہ اور سرحد سے مولانا عبدالحق مدظلہ کے اسماء گرامی نمایاں ہیں' پھر جمعیت اہل حدیث کا جو گروپ اس میں شامل تھا اس میں اہل حدیث کی قدیمی اور بزرگ قیادت تقریباً کل کی کل شامل تھی مزید بر آں مولانا عبدالقادر روپڑی کی قیادت میں جماعت اہل حدیث اور مولانا عبدالرحمٰن سلفی کی قیادت میں جماعت غربائے اہل حدیث بھی کل کی کل شامل تھیں۔ پھر کم از کم پنجاب کی حد تک بریلوی مکتب فکر کی اعلیٰ ترین شخصیتیں جیسے مولانا مفتی محمد حسین نعیمی' مفتی عبدالقیوم خان' مولانا عبدالقیوم ہزاروی' مفتی عبداللطیف خاں اور مفتی غلام سرور قادری راولپنڈی کے قاضی اسرارالحق سمیت اس میں شریک تھے...... پھر جماعت اسلامی اپنے پورے لاؤ لشکر اور جملہ ذرائع و وسائل کے ساتھ اس کی روح رواں تھی...... راقم خود اپنی ذات اور تنظیم اسلامی کو کسی شمار قطار میں نہیں گردانتا' تاہم اپنی بساط کے مطابق ملک گیر سطح پر تنظیم بھی محاذ میں شامل رہی اور محاذ کے مرکزی دفتر سمیت دوسرے متعدد مقامات پر محاذ کے دفاتر تنظیم ہی کے دفتروں میں قائم رہے...... مزید بر آں مجلس احرار اسلام اور سواد اعظم اہل سنت کے علاوہ خاکساروں کا بھی سب سے زیادہ نمایاں اور فعال گروپ اس میں شامل تھا!

چنانچہ واقعہ یہ ہے کہ متحدہ شریعت محاذ کی صورت میں بہت عرصے کے بعد انتہائی بھرپور نمائندگی کا حامل خالص دینی اتحاد وجود میں آیا تھا..... اور الگ بھگ پینسٹھ چھیاسٹھ برس بعد وہ فضا دوبارہ پیدا ہوئی تھی جو ۲۰۔ ۱۹۱۹ء میں جمعیت علماء ہند کے پلیٹ فارم کی صورت میں ظہور میں آئی تھی۔

○ ثانیاً ۔ اس محاذ نے دیکھتے ہی دیکھتے عوامی سطح پر بھی مثالی جوش و خروش پیدا کر دیا تھا اور حکومت اور اس کے کارپردازوں کو بھی سراسیمہ کر دیا تھا۔

چنانچہ اسلام آباد میں اسمبلی کی عمارت کے سامنے دو نہایت شاندار اور تاریخی نوعیت کے حامل مظاہرے ہوئے۔

محاذ کے قائدین اور زعماء نے ملک گیر دورے کئے اور جلسے منعقد ہوئے'

پشاور میں تاریخی جلسہ ہوا اور پورے صوبہ سرحد میں جوش و خروش کی تیز و تند لہر دوڑ گئی۔ اور کوهستان کے علاقے میں ایک بڑا مظاہرہ ہوا۔

اسی طرح کوئٹہ میں بھی کامیاب جلسہ ہوا جو بارش کے باوجود جاری رہا!

فیصل آباد' ملتان اور سرگودھا میں بھی بڑے جلسے ہوئے اور پاکستانی پنجاب کے مغربی حصے میں بھی جوش و خروش کی وہی کیفیت پیدا ہو گئی جو سرحد میں تھی!

مزید بر آں اندرون سندھ سکھر' نواب شاہ' حیدر آباد اور میرپور خاص وغیرہ میں بھی کامیاب جلسے ہوئے۔

لاہور اور کراچی میں علماء کرام کے نہایت شاندار کنونشن منعقد ہوئے۔

الغرض..... اکبرالہ آبادی کے اس مصرع کے مطابق کہ ؎

"اسباب کرے جمع' خدا ہی کا ہے یہ کام"

اللہ کے فضل و کرم اور تائید و نصرت سے ایک بھرپور عوامی تحریک کے تمام اسباب جمع ہو گئے۔

○ یہی وجہ ہے کہ حکومت کے ایوانوں میں زلزلہ آ گیا اور کھلبلی مچ گئی۔

چنانچہ متعدد وزراء نے محاذ کے زعماء و قائدین سے رابطہ قائم کیا اور مصالحت کی

کوشش کی...... یہاں تک کہ ۳ر مئی ۱۹۸۷ء کو اسلام آباد میں وزارت امور مذہبی کے دفتر میں جو مذاکرات ہوئے ان کے نتیجے میں نئے نئے بپتسمہ شدہ وزیر حاجی سیف اللہ خاں صاحب اس حد تک آمادہ ہو گئے کہ اگر کسی طرح ملک کے جمہوری وفاقی ڈھانچے کو تحفظ دے دیا جائے تو پورے کا پورا شریعت بل قابل قبول ہو گا۔

لیکن پھر کیا ہوا؟

کیا کسی کی نظر بد لگ گئی؟

یا کوئی درون خانۂ خویش سازش ہو گئی اور ؎ "اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے" والا معاملہ ہو گیا؟

یا پس پردہ کوئی بیرونی تار ہلا دیئے گئے؟

واللہ اعلم کہ سبب کیا ہوا لیکن نتیجہ یہ نکلا کہ:

علامہ اقبال کے ان الہامی اشعار کے مصداق کہ ؎

یا وسعتِ افلاک میں تکبیرِ مسلسل
یا خاک کی آغوش میں تسبیح و مناجات
وہ مسلکِ مردان خود آگاہ خداست
یہ مذہبِ ملّا و جمادات و نباتات

یا تو ۲۷ر رمضان المبارک کا حتمی الٹی میٹم تھا۔

جہاد و قتال کی باتیں تھیں اور جانیں دے دینے کا عزم مصمم اور شہادت کی موت کی آرزوئیں اور دعائیں تھیں۔

اسمبلیوں اور دوسرے سرکاری اداروں سے استعفوں کی دھمکیاں تھیں۔

اسمبلی اور سکریٹریٹ کے گھیراؤ کے عزائم تھے۔

سرکاری واجبات کی ادائیگی بند کرنے کی دھمکی تھی' اور بین الاقوامی سطح پر علماء کرام اور مفتیان عظام سے جہاد کے فتوے حاصل کرنے کی باتیں تھیں!

یا رمضان المبارک کی آمد سے قبل ہی حکومت کو سبز جھنڈی دکھا دی گئی کہ ہمارا

اسمبلیوں وغیرہ سے مستعفی ہونے کا کوئی ارادہ نہیں ہے! گویا جو کچھ اب تک کیا یا آئندہ کریں گے وہ محض

ع "لہو گرم رکھنے کا ہے اک بہانہ!"

ع "بہ بیں تفاوت رہ از کجاست تا بہ کجا!"

اب یہ تو اللہ ہی کو معلوم ہے کہ پس پردہ ہوا کیا ہے؟ اور ع "کون معشوق ہے اس پردہ زنگاری میں؟" لیکن نتیجہ بہر حال یہ نکلا ہے کہ ایک طرف حکومت نچنت ہو گئی اور اس کے بعض کارپردازوں نے محاذ پر پھبتیاں چست کرنی بھی شروع کر دیں اور کجا تو وہ حال تھا کہ وزراء محاذ کے قائدین کے گرد منڈلاتے رہتے تھے' کجا یہ کہ ع "کس نمی پرسد کہ بھیا کیستی؟" اور دوسری طرف عوامی جذبہ سرد پڑ گیا ہے' کارکنوں کے حوصلے پست ہو گئے ہیں اور وہ اقبال کے اس شعر کے مصداق کامل بن گئے ہیں کہ ؎

آئے عشاق' گئے وعدۂ فردا لے کر
اب انہیں ڈھونڈ چراغ رخ زیبا لے کر

محاذ کے قائدین و زعما اور اس میں شامل رفقاء و احباب برا نہ مانیں تو یہ عرض کرنے کی اجازت چاہتا ہوں کہ اس معاملے میں ہم سب سورۂ اعراف کے ان الفاظ مبارکہ میں وارد مثال پر صد فیصد پورے اترتے ہیں کہ

"اَلَّذِیْ اٰتَیْنٰهُ اٰیٰتِنَا .... وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنٰهُ بِهَا وَلٰكِنَّهٗ اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ" یعنی "جسے ہم نے اپنی نشانیاں عطا فرمائی تھیں ...... اور اگر ہم چاہتے تو ان نشانیوں کی بدولت اسے مقام رفیع عطا فرما دیتے' لیکن وہ (بدبخت اور کم ہمت) تو زمین ہی کا ہو رہا!"

قصہ مختصر یہ کہ اس وقت شریعت بل اور متحدہ شریعت محاذ دونوں ع "میں ہوں اپنی شکست کی آواز!" کی مجسم تصویر ہیں اور شریعت بل بزبانِ حال اپنے مجوزوں اور مؤیدوں کے لئے نوحہ خواں ہے کہ ؎

من از بیگانگاں ہر گز نہ نالم
کہ با من ہر چہ کرد آں آشنا کرد!

اور بل کے سیکولر مزاج مخالفین اور علماء کرام سے بیزاری رکھنے والے لوگوں کو اقبال کے ان الفاظ میں پھبتی چست کرنے کا موقع مل گیا ہے کہ ؎

اُس معرکے کا انجام معلوم
جس معرکے کا ملّا ہو غازی!

الغرض 'المیۂ شریعت بل کی ذمہ داری کے معاملے میں ایک فرد کی حیثیت سے "اَلَّذِیْ تَوَلّٰی کِبْرَہٗ" کے مصداق کامل ہیں جناب صدر پاکستان بالقابہ اور "وَلٰکِنَّہٗ اَخْلَدَ اِلَی الْاَرْضِ" کے مصداق کامل ہیں ہم سب شرکاء و زعماء متحدہ شریعت محاذ..... اور ان دنوں راقم کے کانوں میں بے شمار مرتبہ گونجے ہیں علامہ احسان الٰہی ظہیر مرحوم و مغفور کے "جنگ فورم" میں کہے ہوئے آخری الہامی کلمات کہ "اگر کبھی یہ متحدہ شریعت محاذ و اقعتہً ایجی ٹیشن کے لئے سڑکوں پر آیا تو سب سے آگے احسان الٰہی ظہیر ہو گا" گویا انہیں یقین تھا کہ یہ ساری شورا شوری صرف نورا کشتی کی نوعیت کی ہے!

☆☆☆

جہاں تک راقم الحروف اور تنظیم اسلامی کا تعلق ہے 'ہماری متحدہ شریعت محاذ میں شرکت بھی اس تصریح کے ساتھ ہوئی تھی کہ:

ہمارے نزدیک اصل اہمیت قانون کی نہیں' نظام کی ہے اور صرف قانون اسلامی کے نفاذ سے جملہ مطلوبہ نتائج حاصل نہ ہو سکیں گے بلکہ ان کے حصول کے لئے اسلام کا کامل نظام عدل و قسط رائج کرنا ہو گا اور اجتماعی زندگی کے معاشرتی' معاشی اور سیاسی گوشوں میں شریعت حقہ کے اصل مقاصد کو پیش نظر رکھنا ضروری ہو گا..... اور یہ صرف ایک کامل اسلامی انقلاب ہی کے ذریعے ممکن ہے۔ چنانچہ ہم اپنی اصل توانائیاں تو اسی کے مقدمات و لوازم کی تکمیل یا بالفاظ دیگر انقلاب

اسلامی کی "تمہید" کی کوشش میں صرف کر رہے ہیں..... تاہم اس دوران میں قرآنی اصول " تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى " کے مطابق نفاذِ شریعت کی ہر کوشش میں بھرپور تعاون کریں گے۔ اس لئے کہ ہمارے پیش نظر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان مبارک بھی ہے "کہ" اقامۃُ حدٍّ من حُدودِ اللّٰہِ خیرٌ من مَطَرِ اربعینَ لیلۃ" یعنی "اللہ کی حدود میں سے ایک حد کا اجراء بھی چالیس روز کی بارش سے زیادہ بابرکت ہے!"

مزید بر آں محاذ کا وجود میں آنا اور مظاہروں اور گھیراؤ وغیرہ کی راہ اختیار کرنا بجائے خود اس امر کی غمازی کر رہا تھا کہ اس میں شریک جماعتیں اور تنظیمیں موجودہ انتخابی اداروں کے ذریعے شریعت اسلامی کے نفاذ سے مایوس ہو چکی ہیں اور اب انقلابی طریق کار کی جانب رخ کر رہی ہیں..... یہی وجہ ہے کہ جب محاذ کی مرکزی مجلس شوریٰ کے اجلاس منعقدہ ۷، ۸ر جون ۸۷ء میں راقم نے یہ دیکھا کہ استعفوں کے معاملے کو کھٹائی میں ڈالا جا رہا ہے اور محاذ میں شامل اہم جماعتوں کی نسبت و تناسب کے فہم و شعور (SENSE OF PROPORTION) کا حال یہ ہے کہ بل کو منظور کرانے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگانے کے مقابلے میں نیشنل اسمبلی اور سینٹ کی ایک آدھ یا تین چار یا دس پندرہ سیٹوں کو زیادہ اہمیت دی جا رہی ہے تو راقم نے اپنا یہ اختلافی نوٹ درج کرا دیا تھا کہ:

"میری سوچی سمجھی رائے جو میں اس سے قبل بھی وضاحت سے بیان کر چکا ہوں یہ ہے کہ محاذ میں شریک جملہ جماعتوں کے نمائندوں کو فی الفور استعفاء دے دینا چاہئے۔ یہ محاذ کے زعماء کے اب تک کے بیانات کا منطقی اور اخلاقی تقاضا بھی ہے اور اس کے بغیر شریعت بل کے ضمن میں کسی مؤثر عوامی تحریک کے آغاز کا بالفعل کوئی امکان نہیں ہے..... اور میرے نزدیک استعفوں کے بالفعل پیش کرنے میں جتنی تاخیر ہو گی اتنا ہی عوامی تحریک اور محاذ سے باہر دینی جماعتوں کی اس میں شمولیت کا امکان معدوم ہوتا چلا جائے گا۔"

اس کے بعد تنظیم اسلامی پاکستان کی مرکزی مجلس مشاورت منعقدہ ۲۵ر جون

۸۷ء میں حسب ذیل قرارداد پاس کی گئی جو محاذ کے چوٹی کے ذمہ داروں کو پہنچادی گئی۔

"تنظیم اسلامی پاکستان کی مرکزی مجلس مشاورت کا یہ اجلاس اس اختلافی نوٹ کی توثیق کرتے ہوئے جو امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد صاحب نے متحدہ شریعت محاذ پاکستان کی مرکزی مجلس شوریٰ کے اجلاس منعقدہ ۷/۸ جون ۸۷ء کی کارروائی کے ضمن میں نوٹ کرایا ہے، مزید یہ فیصلہ کرتا ہے کہ:۔

۱۔ جب تک متحدہ محاذ میں شامل جماعتوں کے سینٹر اور قومی وصوبائی اسمبلیوں کے ارکان بالفعل استعفاء نہ دیں، تنظیم اسلامی محاذ کے کسی پروگرام میں عملاً شریک نہ ہو۔ بلکہ اپنے پلیٹ فارم سے پرائیوٹ شریعت بل اور متحدہ شریعت محاذ کی تائید پر اکتفا کرے۔ البتہ جب یہ مرحلہ بالفعل آ جائے تو جملہ پروگراموں میں بھرپور حصہ لیا جائے۔

۲۔ اگر کسی مرحلے پر یہ محسوس ہو کہ متحدہ شریعت محاذ کو انتخابی اتحاد کی صورت دی جارہی ہے تو تنظیم اسلامی اس سے فوری طور اور علی الاعلان علیحدگی اختیار کر لے۔"

اب دیکھنا یہ ہے کہ مندرجہ بالا قرارداد میں مذکور دو مرحلوں میں سے پہلے کون سا سامنے آتا ہے، اللہ سے دعا ہے کہ مقدم الذکر مرحلہ ہی پہلے آ جائے اور محاذ ع "ہوتا ہے جادہ پیما پھر کارواں ہمارا!" کے انداز میں دوبارہ سرگرم عمل ہو جائے۔ اور محاذ میں شامل جملہ جماعتیں اور تنظیمیں انتخابی راستے کو ہمیشہ کے لئے خیرباد کہہ کر انقلابی لائحہ عمل اختیار کرتے ہوئے اسلام کے نظام عدل وقسط کے قیام اور شریعت اسلامی کی غیر مشروط اور بلا استثناء ترویج و تنفیذ کے لئے ایک پریشر گروپ کی حیثیت سے کام کرنے کے لئے بنیان مرصوص کی صورت اختیار کرلیں۔

اگر ایسا ہو جائے تو کیا عجب کہ محاذ کا یہ اقدام اللہ کی جناب میں "مَعْذِرَةً اِلٰى رَبِّكُمْ" اور "تَوْبَةً نَّصُوْحًا" کی صورت اختیار کرلے اور اس کے طفیل پاکستان کے گرد وپیش سے اٹھنے والے عمومی عذاب کے بادل چھٹ جائیں، اس لئے

کہ ابھی درِ توبہ بند نہیں ہوا...... اور تا حال صورت وہی ہے کہ ؎

چمن کے مالی اگر بنا لیں موافق اپنا شعار اب بھی
چمن میں آ سکتی ہے پلٹ کر چمن سے روٹھی بہار اب بھی

اور...... ؎

فضائے بدر پیدا کر فرشتے تیری نصرت کو
اتر سکتے ہیں گردوں سے قطار اندر قطار اب بھی

اللّٰھمّ اغفرلنا ذنوبنا و اسرافنا فی امرنا و ثبت اقدامنا و انصرنا علی القوم الکفرین و الفاسقین و الظالمین برحمتک یا ارحم الرحمین!

رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا
قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا ۝

(الفرقان : ۷۴)

اے ہمارے ربّ
ہمیں ہماری اولاد اور بیویوں (کی طرف) سے
آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما
اور ہمیں پرہیزگاروں کا امام بنادے

□ □ □ □

میاں عبدالواحد

بھگوان سٹریٹ، پرانی انارکلی لاہور

پاکستان ٹیلی ویژن پر نشر شدہ ڈاکٹر اسرار احمد کے دروسِ قرآن کا سلسلہ

درس نمبر ۱۱

نشست نمبر ۶ ، ۷

مباحثِ عملِ صالح

الہدیٰ

توبۂ نصوحًا کا ہمارے دین میں مقام

سورۃ التحریم کی روشنی میں

(۴)

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا تُوبُوا إِلَى اللَّهِ تَوْبَةً نَّصُوحًا عَسَىٰ رَبُّكُمْ
أَن يُكَفِّرَ عَنكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَيُدْخِلَكُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن
تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ يَوْمَ لَا يُخْزِي اللَّهُ النَّبِيَّ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ
نُورُهُمْ يَسْعَىٰ بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَبِأَيْمَانِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا أَتْمِمْ
لَنَا نُورَنَا وَاغْفِرْ لَنَا إِنَّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝ يَا أَيُّهَا
النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِينَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ ۚ وَ
مَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ ۖ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ ۝

صدق اللہ العظیم

"اے ایمان والو! توبہ کرو اللہ کی جناب میں خالص توبہ۔ امید ہے کہ تمہارا پروردگار تم سے تمہاری برائیوں کو دور فرمادے گا اور تمہیں ان باغات میں داخل

لرے گا جن کے دامن میں ندیاں بہتی ہوں گی۔ اس دن اللہ ہرگز رُسوا نہ کرے گا نہ اپنے نبی کو اور نہ ان کے ساتھی اہل ایمان کو..... ان کا نور دوڑتا ہوا ہو گا ان کے سامنے بھی ان کے داہنی جانب بھی..... اور وہ یہ کہہ رہے ہوں گے کہ اے ہمارے پروردگار! ہمارے لئے ہمارے اس نور کو پورا فرما دے اور ہماری خطاؤں سے درگزر فرما۔ یقیناً تجھے ہر شے پر قدرت اور ہر کام پر اختیار حاصل ہے..... اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کفار اور منافقین سے جہاد کیجئے اور ان پر سختی کیجئے اور ان کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ بہت ہی برا ٹھکانا ہے"

محترم حاضرین اور معزز ناظرین!

یہ سورۃ التحریم کی آیات نمبر آٹھ اور نویں' جن کی ابھی آپ نے تلاوت سماعت فرمائی اور ترجمہ بھی سنا۔ ان میں سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ تمام اہل ایمان کو توبہ کا حکم دے رہے ہیں۔ یا یوں کہہ لیا جائے کہ توبہ کی ترغیب دے رہے ہیں۔ لیکن توبہ وہ ہو جو خالص توبہ ہو جو خلوص دل سے کی گئی ہو۔ جو صحیح معنی میں توبہ ہو۔ حسن اتفاق سے ہمارے اس سلسلۂ درس میں سورہ تحریم سے پہلے جو درس نمبر ۱۱ تھا وہ سورۃ الفرقان کے آخری رکوع پر مشتمل تھا۔ اس میں توبہ کے موضوع پر بڑی مفصل گفتگو ہو چکی ہے۔ توبہ کا فلسفہ کیا ہے! توبہ کی عظمت کیا ہے! ہمارے دین کی حکمت میں اس کا مقام کیا ہے! پھر یہ کہ توبہ کے صحیح ہونے کے لئے شرائط کیا ہیں! یہ تمام امور زیرِ گفتگو آ چکے ہیں۔

اُس موقع پر آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہؐ دونوں کے حوالوں سے توبہ کی عظمت اور اس کے مقام اور اس کے مرتبہ کے بارے میں چند بنیادی باتیں عرض کی جا چکی ہیں۔ اِس موقع کی مناسبت سے میں ایک حدیث کا اضافہ کرنا چاہتا ہوں۔ یہ حدیث حضرت انس ابن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ اس کی ایک تو متفق علیہ روایت ہے یعنی صحیح بخاری اور صحیح مسلم دونوں میں موجود ہے۔ ایک ذرا تفصیلی روایت ہے جو صرف مسلم شریف میں ہے۔ اس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کو واضح فرمانے کے لئے کہ اللہ تعالیٰ کو اپنے کسی بندے کی توبہ سے کتنی خوشی ہوتی ہے' ایک تشبیہ سے کام لیا۔ آپؐ نے فرمایا کہ ذرا تصور کرو ایک ایسے شخص کا جو کسی لق و دق صحرا میں تنہا سفر کر رہا ہے۔ ایک اونٹنی ہے' اسی پر اس کا زادِ راہ ہے'

راشن ہے' پانی ہے۔ وہ تھوڑی دیر ستانے کے لئے کسی درخت کے سایہ تلے بیٹھتا ہے۔ اونٹنی بھی پاس ہی کھڑی ہے اس کی آنکھ لگ جاتی ہے۔ اسی اثناء میں اونٹنی غائب ہو جاتی ہے۔ پھر جب اس کی آنکھ کھلتی ہے تو وہ دیوانہ وار اونٹنی کی تلاش میں ادھر دوڑتا ادھر بھاگتا ہے۔ اس کے اضطراب اور بیتابی کا آپ خود تصور کر سکتے ہیں اس لئے کہ وہ اونٹنی ہی در حقیقت اس کے لئے وسیلۂ حیات ہے' ذریعۂ زندگی ہے۔ وہی اس کی سواری ہے' اسی پر اس کا کھانا اور پانی ہے۔ وہ ہر چہار طرف بھاگ دوڑ کرنے کے بعد مایوس ہو کر بیٹھ جاتا ہے گویا موت کا انتظار کرنے لگتا ہے۔ اس حالت میں اچانک وہ دیکھتا ہے کہ اونٹنی تو پاس ہی موجود ہے۔ سامنے کھڑی ہے۔ س پر وہ اپنی خوشی کی شدت کے باعث ایسا بوکھلا اٹھتا ہے کہ کہنا تو یہ چاہتا ہے کہ "اے اللہ تو میرا رب ہے میں تیرا بندہ ہوں"۔ لیکن فرطِ جذبات سے اس کی زبان لڑکھڑاتی ہے اور اس سے الفاظ نکلتے ہیں "اے پروردگار! میں تیرا رب ہوں تو میرا بندہ ہے"۔ تصور کیجئے کہ اونٹنی دوبارہ پالینے پر اس شخص کی فرطِ مسرت کا کیا عالم ہے! نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہ تشبیہ بیان کر کے ارشاد فرماتے ہیں کہ اس سے بھی زیادہ خوشی ہوتی ہے اللہ کو اپنے کسی گنہگار بندے کی توبہ سے'۔ احادیث میں توبہ کی جو عظمت بیان ہوئی اور ان میں جس شدومد کے ساتھ ترغیب کا پہلو آیا اسے سامنے رکھئے اور پھر اس آیت کو دیکھئے کہ تمام مسلمانوں سے خواہ وہ کسی زمان و مکان سے تعلق رکھتے ہوں خطاب فرمایا جا رہا ہے۔ یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْا اِلَی اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا "اے ایمان والو! توبہ کرو اللہ کی جناب میں خالص توبہ۔"

میں توبہ کے ضمن میں دو مزید احادیث بھی آپ کو سنانا چاہتا ہوں۔ ایک میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ میں خود روزانہ ستر ستر اور سو سو بار اللہ کی جناب میں توبہ اور استغفار کرتا ہوں۔ یہ روایت صحیح بخاری میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے اس کے الفاظ یہ ہیں وَاللّٰهِ اِنِّی اَسْتَغْفِرُ اللّٰه وَاَتُوْبُ اِلَیْه فِی الْیَوْم اَکْثَرَ مِنْ سَبْعِیْنَ مَرَّة "اللہ کی قسم! میں روزانہ ستر مرتبہ سے زیادہ اللہ کی جناب میں استغفار بھی کرتا ہوں' توبہ بھی کرتا ہوں"...... دوسری روایت صحیح مسلم میں ہے جس کی رو سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں یٰاَیُّهَا النَّاسُ تُوْبُوْا اِلَی اللّٰهِ

وَ اسْتَغْفِرُوْا "اے لوگو! اللہ کی جناب میں توبہ کرو اور استغفار کرو" وَ اِنِّی اَتُوْبُ فِی یَوْمٍ مِأَۃَ مَرَّۃٍ "اس لئے کہ میں خود روزانہ سو مرتبہ توبہ کرتا ہوں" .... سوال پیدا ہوتا ہے کہ نبی اکرمؐ کی توبہ کے کیا معنی ہیں؟ حضورؐ سے کسی گناہ کے ارتکاب کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا..... انبیاء علیہم اسلام معصوم ہوتے ہیں۔ لہٰذا اچھی طرح جان لیجئے کہ توبہ کے معنی ہیں رجوع کرنا' پلٹنا' لوٹنا۔ اس کے کم سے کم چار درجے اگر آپ ذہن میں رکھیں گے توبات واضح ہو جائے گی۔ ایک شخص وہ ہے جو کفر سے توبہ کرتا ہے اور اسلام میں آتا ہے۔ ایمان لانا بھی ایک نوع کی توبہ ہے۔ جیسے ہم سورہ فرقان کے آخری رکوع میں پڑھ آئے ہیں اِلَّا مَنْ تَابَ وَ اٰمَنَ وَ عَمِلَ صَالِحًا دوسری توبہ ہے کسی مسلمان شخص کی جو معصیت سے توبہ کرتا ہے' گناہ کو چھوڑ رہا ہے۔ گناہ سے رجوع کر رہا ہے اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری اور اطاعت کی طرف۔ تیسری ہوگی ابرار کی' نیکو کاروں کی۔ یعنی ایک صالح اور نیک شخص کی کسی وقت قلبی کیفیت ایسی ہوگی کہ معرفتِ الٰہی کے معاملے میں اس کے دل پر کچھ دیر کے لئے غفلت کا پردہ سا پڑ گیا۔ وہ محض غفلت ہے' کسی معصیت کا ارتکاب نہیں ہوا۔ محض یہ احساس ہوا کہ کچھ دیر کے لئے میرے قلب پر غفلت کا حجاب طاری رہا ہے۔ اب وہ غفلت سے رجوع کر رہا ہے استحضار اللہ فی القلب کی جانب۔ اللہ کے ذکر کی طرف' دل میں اللہ کی یاد کو مستحضر کرنے کے لئے۔ یہ بھی توبہ ہے..... اور ایک آخری توبہ اور ہے اور وہ توبہ ہے مقربین بارگاہ الٰہی کی توبہ۔ یعنی ان کے تعلق مع اللہ میں جو شدت رہتی ہے۔ ان کے قلب کا جو مضبوط تعلق اور رابطہ اللہ کے ساتھ استوار رہتا ہے۔ اس کی شدت میں اگر کبھی کوئی کمی محسوس ہوئی تو اس حساسیت کے باعث وہ اس سے بھی توبہ کرتے ہیں اور رجوع کرتے ہیں اپنے تعلق مع اللہ کی اسی سابقہ شدت کی طرف۔ یہ ہے وہ کیفیت جس کو مقربین یعنی انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی توبہ میں شمار کیا جا سکتا ہے کہ جب ان نفوسِ قدسیہ کو یہ محسوس ہو کہ کسی مصروفیت کے باعث ان کے تعلق مع اللہ کی شدت میں ذرا سی بھی کمی ہو گئی ہے تو وہ اس سے بھی توبہ کر رہے ہیں' رجوع فرما رہے ہیں

اس تناظر میں آپ سمجھئے کہ کوئی صاحب ایمان ایسا نہیں ہے جو اس حکم یا اس ترغیب کا مخاطب نہ ہو کہ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْۤا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا.....

خالص توبہ کون سی ہوگی؟ اس کے متعلق میں عرض کر چکا ہوں کہ کم از کم تین شرطیں پوری ہوں تو وہ خالص توبہ ہوگی۔ اگر حقوق اللہ کے ضمن میں کوتاہی ہوئی ہے تو شدید پشیمانی ہو مصمم ارادہ ہو کر میں آئندہ اس کا ارتکاب نہیں کروں گا اور اس گناہ کے کام کو فی الواقع انسان چھوڑ دے۔ اور اگر حقوق العباد کا معاملہ ہے تو مزید ایک شرط ہوگی کہ یا تو اس شخص سے جس کی حق تلفی کی ہے' معافی حاصل کرے یا اپنے کسی عمل سے اس کے نقصان کی تلافی کرے۔

اس خالص توبہ کا مقام اور مرتبہ کیا ہے! اسے اسی آیت میں آگے بیان فرمایا عَسٰی رَبُّکُمْ اَنْ یُّکَفِّرَ عَنْکُمْ سَیِّاٰتِکُمْ عربی زبان میں عَسٰی اور لَعَلَّ کے الفاظ عام طور پر تو "شاید" کے معنی میں آتے ہیں۔ لیکن کلام اللہ یعنی قرآن مجید میں جب یہ الفاظ اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب ہو کر وارد ہوتے ہیں تو شاہانہ انداز کلام کی رو سے اس کے معنی ہوتے ہیں "تاکہ" اور امید ہے کہ اس میں بشارت کا پہلو ہوتا ہے۔ لہٰذا ترجمہ ہو گا کہ "امید ہے کہ اللہ تعالیٰ تم سے تمہاری برائیوں کو دور فرمادے گا"۔ وَیُدْخِلَکُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِھَا الْاَنْھٰرُ "اور تمہیں ان باغات میں داخل فرمائے گا جن کے دامن میں ندیاں بہتی ہوں گی "۔ آگے فرمایا کہ اس دن یعنی قیامت کے روز کہ جس دن سب کے لئے رسوائی ہوگی۔ اس رسوائی سے بچے ہوئے ہوں گے صرف اللہ کے انبیاءؑ ان کے پیروکار اور سب سے بڑھ کر النبی الخاتم جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے ساتھی اہل ایمان: یَوْمَ لَا یُخْزِی اللّٰہُ النَّبِیَّ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَہٗ ۔ آگے فرمایا نُوْرُھُمْ یَسْعٰی بَیْنَ اَیْدِیْھِمْ وَبِاَیْمَانِھِمْ ۔ "ان کا نور ان کے سامنے اور ان کی داہنی طرف دوڑتا ہو گا" ...... یہ بات جان لیجئے کہ انسان کے ایمان کا محل و مقام اس کا قلب ہے۔ ایمان حقیقت میں ایک روشنی ہے' ایک نور ہے۔ یہ بات ہم سورہ نور کی آیت نور کے حوالے سے پہلے اچھی طرح سمجھ بھی چکے ہیں۔ اس قلب میں جو نورِ ایمان ہے' میدانِ حشر میں وہ ظاہر ہو جائے گا اور اس کی روشنی انسان کے سامنے پڑے گی ...... اسی طرح انسان کے جو نیک اعمال ہیں ان میں بھی ایک نورانیت ہے۔ جیسے ہر بدی اور ہر برے فعل میں ایک ظلمانیت کا پہلو ہوتا ہے' اس میں تاریکی ہوتی ہے۔ البتہ اس دنیا میں ان کا ظہور نہیں ہوتا۔ میدانِ حشر میں ان کا ظہور ہو گا۔ اسی طرح نیک کاموں کو کمانے والا عام طور پر انسان کا داہنا ہاتھ ہوتا ہے لہٰذا میدان حشر میں

انسان کے نیک اعمال کا نور اس کے داہنی جانب نمایاں ہو گا نُوۡرُھُمۡ یَسۡعٰی بَیۡنَ اَیۡدِیۡھِمۡ وَ بِاَیۡمَانِھِمۡ "دوڑتا ہو گا ان کا نور ان کے آگے اور ان کی داہنی طرف...... اور وہ کہہ رہے ہوں گے کہ اے ہمارے رب! (اگر ہمارے نور میں کچھ کمی رہ گئی ہے تو) ہمارے لئے تو ہمارے نور کو پورا کر دے اور ہم کو معاف فرمادے۔" یَقُوۡلُوۡنَ رَبَّنَاۤ اَتۡمِمۡ لَنَا نُوۡرَنَا وَاغۡفِرۡلَنَا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ ہر شخص کو اس کے مقام اور مرتبہ کے اعتبار سے میدانِ حشر میں یہ نور ملے گا۔ ایمان کے بھی مدارج و مراتب ہیں۔ ایک ایمان حضرت ابو بکر صدیق کا ہے۔ یا پھر حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی کا ایمان ہے رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ اور ہما شما کا ایمان ہے۔ اگر ہمیں ایمان کی ذرا سی رمق بھی میسر ہو تو وہ بھی ہمارے لئے بہت بڑی کامیابی ہے۔ کہاں صحابہ کرامؓ کا نور ایمان! اور کہاں ہمارا ایمان!...... حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس روز میدان حشر میں لوگوں کو جو نور ملے گا تو کسی کا نور اتنا ہو گا کہ جیسے مدینہ میں ہو اور اس کی روشنی صنعا (یمن کے دارالحکومت) تک پہنچ جائے اور کسی کا نور بس اس قدر ہو گا کہ اس کے قدموں کے سامنے روشنی ہو جائے۔ جن کو اس روز اتنا نور بھی مل جائے وہ بڑے نصیب والے اور کامیاب و کامران لوگ شمار ہوں گے چونکہ وہ اس کٹھن اور سخت مرحلہ سے گذر جائیں گے جس سے آگے ان کی منزل مراد یعنی جنت ہے۔ اگر میں تشبیہ دوں تو اس کم نور کی حیثیت گویا اس ٹارچ کی روشنی کی سی ہو گی جس کو لے کر انسان کسی پگڈنڈی پر چل تو لیتا ہے۔ پس اس کٹھن مرحلہ کے لئے فرمایا کہ وہ لوگ دعا کر رہے ہوں گے کہ اے ہمارے رب! ہمارے نور میں ہماری کوتاہیوں کے باعث جو کمی رہ گئی ہے تو تو ہمارے اس نور کا اتمام فرمادے۔ رَبَّنَاۤ اَتۡمِمۡ لَنَا نُوۡرَنَا وَ اغۡفِرۡلَنَا اور ہماری کوتاہیوں سے درگذر فرما۔ ہمیں بخش دے۔ یہ ہمارے گناہ ہیں جن کی وجہ سے ہماری نورانیت میں کمی رہ گئی ہے۔ تو اپنے خالص خزانۂ فضل، تو اپنے خصوصی اختیار سے اس کمی اور تقصیر کی تلافی فرمادے۔ اس لئے کہ اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ ۝ "یقیناً تجھے ہر شے کا اختیار حاصل ہے۔"

اس کے بعد اگلی آیت میں خطاب ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے۔ اور بظاہر یہ آیت اس سورت کے مضامین سے غیر متعلق سی معلوم ہوتی ہے۔ ابھی تک ساری باتیں حضورؐ کے

گھر والوں سے متعلق تھیں۔ اہل ایمان سے متعلق تھیں۔ مسلمانوں کے عائلی نظام سے متعلق تھیں۔ لیکن یہاں یہ بات فرمائی گئی کہ اے نبی! (صلی اللہ علیہ وسلم) آپؐ کفار اور منافقین سے جہاد کیجئے اور ان پر سختی کیجئے۔ وَاغۡلُظۡ عَلَیۡہِمۡ ط وہ آپؐ کی نرمی سے ' آپؐ کی مروت سے ' آپؐ کی شفقت سے اور آپؐ کی رحمتِ عمومی سے غلط فائدہ اٹھانے نہ پائیں۔ وہ تو غفلت اور سختی کے مستوجب ہو چکے ہیں۔ ان کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ بہت ہی برا ٹھکانا ہے......... یہ آیت بعینہٖ انہی الفاظ کے ساتھ بغیر ایک شوشہ کے فرق کے سورہ توبہ میں بھی وارد ہوئی ہے۔ سورۃ توبہ کی یہ ۷۲ویں آیت ہے۔ اس سورۃ کے مضامین سے اس آیت کا ربط سمجھ لیجئے ' بڑا لطیف ربط ہے۔ اس سے پہلے سابقہ نشستوں میں جیسے ہم دیکھ چکے ہیں کہ دراصل اس سورہ مبارکہ کا جو مرکزی مضمون (AXIS) ہے ' وہ یہ ہے کہ نرمی ' شفقت ' دلجوئی ' کسی کے جذبات کا لحاظ اور پاس کرنا یہ فی نفسہٖ تو بہت اچھی باتیں ہیں ' بہت مطلوب اور پسندیدہ باتیں ہیں لیکن اگر ان میں حد اعتدال سے تجاوز ہو جائے تو یہ چیز مختلف پہلوؤں سے خرابیاں پیدا ہونے کا سبب بن سکتی ہے۔ اولاد کے ساتھ بے جا لاڈ پیار ہو۔ بے جا نرمی کا معاملہ ہو تو اس کے بے راہ اور آوارہ ہو جانے کا خطرہ ہے۔ وہاں بھی نرمی مطلوب تو ہے لیکن ایک حد تک۔ اسی طرح جب انسان اپنے نفس کے معاملہ میں نرمی کرتا ہے تو خرابی کا اندیشہ لاحق ہو جاتا ہے۔ یہ بات ذہن میں رکھئے کہ چونکہ ہمارا دین ' دین فطرت ہے لہٰذا اس میں ہمارے اوپر اپنے نفس کے حقوق بھی معین کئے گئے ہیں۔ حضورؐ کا ارشاد ہے وَاِنَّ لِنَفۡسِکَ عَلَیۡکَ حَقًّا۔ "اور بے شک تمہارے نفس کا بھی تم پر حق ہے"۔ اس پر بے جا سختی پسندیدہ نہیں ہے۔ ہمارے دین میں رہبانیت جائز نہیں ہے۔ لَا رَھۡبَانِیَّۃَ فِی الۡاِسۡلَامِ۔ ہمارے دین میں نفس کشی کی اجازت نہیں ہے بلکہ ضبطِ نفس کی ھدایت ہے کہ اپنے نفس کو کنٹرول میں رکھو۔ لیکن نفس کو بالکل کچل ڈالنا پسندیدہ نہیں ہے۔ اس کے تقاضوں کو صحت مند اور جائز و حلال سے پورا کرنے کی اجازت ہے۔ اس نفس کے اندر جو تقاضے ہیں وہ تمدن کے مختلف پہلوؤں کے اعتبار سے ضروری ہیں۔ لہٰذا اس پر بھی نرمی کرو لیکن اگر یہ نرمی کہیں حد اعتدال سے تجاوز کر جائے گی تو معصیت کی طرف لے جائے گی۔ اس کی باگیں تھام کر اور کھینچ کر بھی رکھو..... اسی طرح کا معاملہ ہے کفار اور منافقین کا۔ ان

کے بارے میں کوئی نرمی تمہارے دل میں نہ ہو۔ اہل ایمان کی جو شان قرآن مجید میں ایک سے زائد مقام پر آئی ہے وہ ہے اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ "وہ کفار کے حق میں نہایت سخت ہوتے ہیں اور آپس میں ایک دوسرے کے لئے نہایت رحیم و شفیق ہوتے ہیں"۔ کفار کے لئے سختی کی ضرورت اس لئے ہے کہ وہ کہیں مسلمانوں کے جسد ملی میں انگلی نہ دھنسا سکیں۔ وہ مسلمانوں کو نرم چارانہ سمجھ بیٹھیں۔ اس تناظر میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا معاملہ دیکھئے کہ آپؐ سراپا رحمت و شفقت ہیں۔ آپؐ کی یہ شان خود اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے کہ آپؐ رؤف و رحیم ہیں آپؐ رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ ہیں۔ آپؐ میں نرمی، رقت قلب اور خلق خدا کے حق میں رافت و رحمت کا معاملہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے۔ لہٰذا بسا اوقات اس سے کفار، مشرکین اور منافقین ناجائز فائدہ اٹھا جاتے تھے۔ چنانچہ روکا گیا۔ یٰٓاَیُّھَا النَّبِیُّ جَاھِدِ الْکُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِیْنَ وَاغْلُظْ عَلَیْھِمْ وَ مَاْوٰھُمْ جَھَنَّمُ وَبِئْسَ الْمَصِیْرُ۔ معلوم ہوا ہے کہ اس سورہ مبارکہ کا جو مرکزی خیال ہے اس کے ساتھ یہ آیت بھی مربوط ہے۔ اگرچہ بظاہر یہ محسوس ہوتا ہے کہ اس سورت کے سیاق و سباق سے اس کا کوئی خاص تعلق نہیں ہے۔

آج ان دو آیات کے بارے میں جو کچھ عرض کیا گیا ہے اب اگر اس ضمن میں کوئی اشکال یا سوال ہو تو میں حاضر ہوں۔

سوال و جواب

سوال..... ڈاکٹر صاحب! کیا کفار کے ساتھ نرمی برتنے سے ان کو اسلام کی طرف راغب کرنے میں زیادہ مدد نہیں مل سکتی؟

جواب..... یہ بہت عمدہ سوال ہے اصل میں ہر چیز کا ایک محل اور مقام ہوتا ہے۔ ہم جس سورت کا مطالعہ کر رہے ہیں۔ یہ مدنی سورت ہے اور اس کے بھی آخری دور کی ہے۔ یعنی جب کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اسلام کی دعوت دیتے ہوئے لگ بھگ بیس برس بیت چکے ہیں۔ اس وقت تک در حقیقت معین طور پر یہ بات سامنے آچکی تھی کہ جن لوگوں میں حق کو قبول کرنے کی استعداد تھی وہ قبول کر چکے۔ اب وہی لوگ رہ گئے تھے کہ جن کے دل بالکل

پتھر ہو چکے تھے اور جن کے بارے میں حق کو قبول کرنے کی کوئی توقع نہیں تھی۔ جیسا کہ آپ سورہ بقرہ کے پہلے رکوع میں آیت میں پڑھتے ہیں کہ خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ وَ عَلٰی سَمْعِهِمْ وَ عَلٰی اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ ۔ یہ وہ مرحلہ ہوتا ہے کہ جب خیر کی کوئی امید باقی نہیں رہ جاتی لہٰذا سختی کی ضرورت ہوتی ہے۔

سوال..... ڈاکٹر صاحب! منافق کی پہچان کیا ہے؟

جواب..... یہ بات جان لیجئے کہ منافق کا کوئی علیحدہ قانونی تشخص نہیں ہوتا۔ قانونی اعتبار سے کسی انسان کے بارے میں دو ہی فیصلے ہو سکتے ہیں یا وہ کافر ہے یا وہ مسلم ہے۔ جو شخص قانونی مسلمان ہے ہو سکتا ہے کہ اپنی دلی کیفیات' اپنی نیت اور ارادہ کے اعتبارات سے وہ اصلاً منافق ہو۔ لیکن کسی کے نفاق کا فیصلہ ہم نہیں کر سکتے۔ البتہ نبی اکرمؐ کے زمانہ کے منافقین کا علم اللہ تعالیٰ نے حضورؐ کو دے دیا تھا اور حضورؐ نے بھی اس بات کو عام نہیں کیا تھا۔ صرف رازداری کی تاکید کے ساتھ چند منافقین کے نام ایک صحابیؓ کو بتا دیئے تھے۔ لیکن ہم کسی معین شخص کے بارے میں یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ منافق ہے۔ البتہ نبی اکرمؐ نے نفاق کی پہچان بتا دی ہے۔ نفاق ایک مرض ہے ہو سکتا ہے کہ وہ مختلف درجوں میں مسلمانوں میں بھی پیدا ہو جائے۔ یہ ضروری نہیں کہ جس میں اس مرض کی کوئی علامت ظاہر ہو۔ اسے لازمی منافق قرار دیا جائے۔ ہاں جس کسی کو ان میں سے کوئی علامت اپنے اندر محسوس ہو اسے شعوری طور پر دور کرنے کی فکر کرنی چاہئے۔ اس مرض کی ابتدائی علامات کے متعلق حضورؐ نے فرمایا کہ اٰیۃ المنافق ثلاث۔ منافق کی تین نشانیاں ہیں یہ کہ جب بولتا ہے جھوٹ بولتا ہے' جب وعدہ کرتا ہے خلاف ورزی کرتا ہے اور جب اس کے پاس امانت رکھوائی جاتی ہے اس میں خیانت کرتا ہے۔ ایک دوسری حدیث میں ان تین نشانیوں کے علاوہ ایک چوتھی نشانی یہ بیان فرمائی کہ جب کسی سے تنازعہ اور اختلاف ہوتا ہے۔ تو پھٹ پڑتا ہے۔ اور گالی گلوچ پر اتر آتا ہے۔ یہ نفاق کی علامات ہیں لیکن پھر اچھی طرح جان لیجئے کہ ہم حضورؐ کے دور کے بعد کسی شخص کو معین طور پر منافق نہیں کہہ سکتے۔ جیسا کہ عرض کیا گیا کہ حضورؐ کے دور کے منافقین کا علم اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعہ سے آپؐ کو دے دیا تھا لیکن آپؐ نے اس کو راز رکھا اور اس کا اعلان نہیں فرمایا کہ فلاں فلاں منافق ہیں۔

حضرات! آج ہم نے سورہ تحریم کی جو دو آیات پڑھیں اور ساتھ ہی ہم نے سابقہ آیات کا ان دو آیات سے جو معنوی ربط ہے اس پر بھی ایک نگاہ باز گشت ڈال لی تو اس طرح ہمارے سامنے یہ اصول آیا کہ گھریلو زندگی میں ایک مسلمان کو خود اپنے نفس کے ساتھ اور اپنے اہل و عیال کے ساتھ کیا صحیح طرز عمل اختیار کرنا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اس طرز عمل کو اختیار کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ وآخر دعوانا ان الحمدللہ رب العلمین۔

ہر قسم کے بال بیرنگز کے مراکز

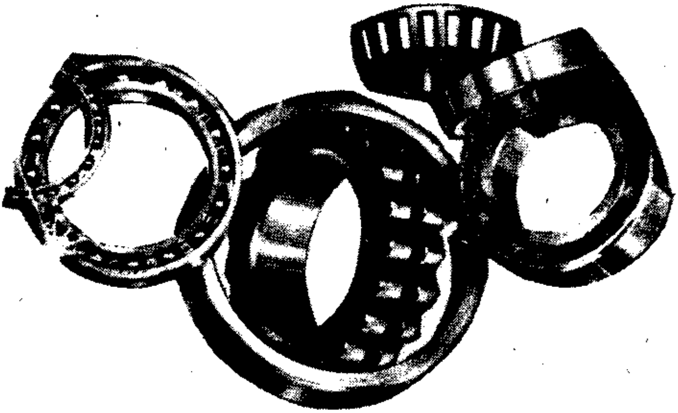

سندھ بیرنگ ایجنسی، ۶۵ منظور اسکوائر پلازہ کوارٹرز کراچی۔ فون ۷۲۳۳۵۸ / ۷۲۱۱۷۲

خالد ٹریڈرز۔ بالمقابل کے۔ ایم۔ سی ورکشاپ نشتر روڈ کراچی

فون: ۷۳۵۸۸۳ / ۷۳۲۹۵۲ / ۷۳۰۵۹۵

تذکرہ وتبصرہ

یومِ استقلال پاکستان

تجدیدِ عہد اور اجتماعی توبہ کا دن

امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد صاحب نے جمعہ ۱۴ اگست ۸۷ء کو مسجد دارالسلام لاہور میں "یوم استقلال پاکستان" کو اپنے خطاب جمعہ کا موضوع بناتے ہوئے اندرونِ ملک امن و امان کی ناگفتہ بہ صورتِ حال اور ملک کو درپیش مختلف النوع خطرات کا ایک بھرپور جائزہ پیش کیا تھا۔ اور یوم استقلال کو یوم تجدیدِ عہد قرار دیتے ہوئے بڑے مؤثر انداز میں حاضرین کے جذبۂ عمل کو للکارا تھا۔ اس اہم خطاب کو محترم شیخ جمیل الرحمٰن نے قارئین میثاق کے لیے ٹیپ سے صفحہ قرطاس پر منتقل کیا ہے۔ (ادارہ)

آج ۱۴ اگست ہے ہمارا پہلا یوم استقلال ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء تھا للذا شمسی و عیسوی تقویم کے اعتبار سے کل ۱۳ اگست کو ہماری آزادی کے چالیس سال پورے ہو گئے۔ گویا اس یوم استقلال کے موقع پر ہم ایک آزاد و خود مختار مملکت وریاست کی حیثیت سے اکتالیسویں برس میں قدم رکھ چکے ہیں۔

چالیس برس کے معاملہ کا تذکرہ اس سے قبل کئی بار میری بعض تقریروں اور تحریروں میں آچکا ہے اور آج سے تقریباً سوا سال قبل قمری حساب سے جب ۲۷ رمضان المبارک ۱۴۰۶ھ میں پاکستان کی آزادی کے چالیس سال پورے ہو گئے تھے اور پاکستان نے اکتالیسویں سال میں قدم رکھ دیا تھا تو اس موقع پر بھی میں نے پاکستان کے چالیس سالہ حالات وواقعات کا تجزیہ پیش کیا تھا۔

چالیسویں برس کی اہمیت

میں اپنی کتاب "استحکام پاکستان" میں چالیسویں سال کی اہمیت پر ایک مستقل باب لکھ چکا ہوں۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ از روئے قرآن انسانی زندگی میں چالیس سال کی عمر کی ایک

خصوصی اہمیت ہے۔ آپ کو معلوم ہو گا کہ جب تک نبوت کا سلسلہ جاری تھا تو اکثر و بیشتر انبیاء علیہ السلام کو چالیس سال کی عمر میں شرف نبوت سے سرفراز فرمایا گیا ہے۔ چند مستثنیات ہیں مثلاً حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کو چالیس برس سے پہلے نبوت کا تاج پہنایا گیا ہے۔ ہو سکتا ہے چند اور ہستیاں بھی ہوں لیکن یہ ایک معروف بات ہے کہ استثنیٰ سے قاعدۂ کلیہ ٹوٹتا نہیں بلکہ اور مؤکد ہو جاتا ہے۔ چنانچہ حدیث میں بھی آغازِ وحی کے باب میں چالیس برس ہی کا ذکر آیا ہے۔ فَلَمَّا بَلَغَ اربعین سنة حبب الیه الخلا و کان یخلو بغار حرا .... جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم چالیس برس کی عمر کو پہنچے تو آپؐ کو خلوت گزینی محبوب ہو گئی اور آپؐ غار حرا میں جا کر عبادت کیا کرتے تھے۔ یَتَحَنَّثُ فِیْهِ۔ غار حرا میں کئی کئی دن کئی کئی رات آپؐ کا قیام رہتا تھا اور وہیں پہلی وحی نازل ہوئی یعنی سورۃ العلق کی پانچ ابتدائی آیات۔

انفرادی سطح پر نفسیاتی پختگی

پھر قرآن مجید میں سورۃ الاحقاف میں یہ بھی مذکور ہے کہ عام انسانوں کے اعتبار سے بھی چالیس سال کی عمر ان کی نفسیاتی پختگی کی عمر ہے فرمایا حَتّٰٓی اِذَا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَ بَلَغَ اَرْبَعِیْنَ سَنَةً "جب انسان پہنچا اپنی پختگی کو اور پہنچا چالیس برس کو" یہاں اَشُدَّ کا لفظ استعمال ہوا ہے یعنی پوری پختگی...... اب ظاہر بات ہے کہ اس سے مراد جسمانی پختگی کو پہنچنا نہیں ہے۔ جسمانی طور پر تو انسان سولہ سال سے انیس سال کی عمر کے دوران پورا بالغ اور جوان ہوتا ہے۔ پھر انسان کی بھرپور بلوغت اور جوانی کا دور بیس سال کی عمر سے چالیس سال کی عمر کا دور ہوتا ہے۔ جس میں قوت و توانائی اپنے عروج پر ہوتی ہے۔ چالیس برس کی عمر کے بعد تو جسمانی اعتبار سے ڈھلوان شروع ہو جاتی ہے۔ انسان کے قوائے جسمانی کی جو قوتیں ہوتی ہیں، ان میں اضمحلال شروع ہو جاتا ہے۔ لیکن نفسیاتی اعتبار سے انسان کی شخصیت اور اس کے شعور کی پختگی چالیس برس کے آس پاس ہوتی ہے۔ مستثنیات (EXEPTIONS) پھر بھی ہوں گے ایسی مثالیں بھی ملتی ہیں کہ ستر اسی برس کے ہو گئے ہیں لیکن مزاج میں ابھی تک بچپنا ہے۔

چہل سال عمرِ عزیزت گذشت مزاجِ تو از حالِ طفلی نگشت

اور ایسا بھی ہوتا ہے کہ کچھ لوگ چالیس برس کی عمر سے بہت پہلے نفسیاتی اور شعوری اعتبار سے پختگی اور بلوغت کو پہنچ جاتے ہیں۔ لیکن "حکمُ الا کثرِ حکمُ الکلِّ" کے قاعدے کے تحت اکثریت کے معاملہ کو کلیہ کی شکل دی جاتی ہے اور وہ یہی ہے کہ چالیس برس کی عمر میں انسان نفسیاتی اور شعوری اعتبار سے پختگی کی عمر کو پہنچ جاتا ہے۔

قوموں کے باب میں چالیس برس کی اہمیت

قرآن مجید میں قوموں کی زندگی کے اعتبار سے بنی اسرائیل کی تاریخ میں چالیس برس کے معاملہ کا ذکر آیا ہے کہ مصر سے بحفاظت نکل آنے اور صحرا سینا میں داخل ہونے کے بعد ارضِ مقدس کو جہاد و قتال کے ذریعہ فتح کرنے کے حکم پر جب بنی اسرائیل نے بزدلی دکھائی اور حضرت موسیٰ کو کورا جواب دے دیا کہ فَاذْهَبْ اَنْتَ وَ رَبُّكَ فَقَاتِلَا اِنَّا هٰهُنَا قَاعِدُوْنَ "اے موسیٰ! پس تم جاؤ اور تمہارا رب جائے اور تم دونوں لڑو ہم تو یہیں بیٹھے ہیں۔" تو ان کو چالیس برس کی صحرانوردی کی سزا دی گئی۔ اس کا ذکر آگے کروں گا۔ یہاں اتنا سمجھ لیجئے کہ بنی اسرائیل کی یہ کیفیت مصر میں دو ڈھائی سو برس کی غلامی کی زندگی بسر کرنے کے باعث ان پر طاری ہو گئی تھی حالانکہ وہ مصر میں متعدد معجزات کا بچشم سر مشاہدہ کر چکے تھے۔ آپ ذرا اندازہ کیجئے کہ حضرت موسیٰ کو اللہ تعالیٰ نے نو معجزات (تسع آیات) کے ساتھ فرعون کی طرف بھیجا تھا جو بنی اسرائیل دیکھ چکے تھے۔ مثلاً عصاء کا معجزہ، یدِ بیضا کا معجزہ پھر تھوڑے تھوڑے وقفے سے اہل مصر پر جو عذاب آئے اور وہ حضرت موسیٰ کی دعاؤں سے ٹلتے رہے۔ تو بنی اسرائیل ان آیاتِ الٰہی کو مصر ہی میں دیکھ چکے تھے۔ اس سے آگے بڑھ کر معجزوں کا وہ نیا سلسلہ ہے جو مصر سے نکلتے وقت سے شروع ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ کے عصا کی ایک ضرب سے سمندر پھٹ رہا ہے اور اس طرح اللہ تعالیٰ ان کے نکلنے کا سامان فراہم کر رہا ہے۔ اور جب وہ دوسرے کنارے پر بحفاظت پہنچ جاتے ہیں تو ان کا دشمن فرعون معہ اپنے لشکر کے ابھی بیچ سمندر میں ہے کہ اللہ کے حکم سے سمندر کا پانی جو دو چٹانوں کی مانند کھڑا تھا مل جاتا ہے اور ان کا دشمن ان کی آنکھوں کے سامنے غرق ہو جاتا ہے۔ پھر یہ کہ اسی عصا کی ضرب

سے ایک چٹان سے بارہ چشمے پھوٹ رہے ہیں۔ پھر یہ کہ صحرا میں ان کو بادلوں اور ابر کا سایہ دیا جا رہا ہے۔ ان کے لئے لق و دق صحرا میں من و سلویٰ کی غذا پہنچائی جا رہی ہے۔ پہاڑ ان کے سروں پر معلق کیا گیا ہے۔ یہ سارے معجزات انہوں نے مصر سے نکلنے کے بعد دیکھے ہیں۔ اس کے باوجود کم ہمتی اور بزدلی ان پر مسلط ہو چکی تھی۔ ان کی باطنی شخصیت میں صدیوں کی غلامی کے باعث ضعف آ گیا تھا۔ جیسے انسان اندر سے بودا اور کھوکھلا ہو جائے اعصاب ڈھیلے پڑ جائیں اور ہمت جواب دے جائے یہی وجہ ہے کہ جب وقت آیا کہ اب آؤ اور اللہ کی راہ میں نکلو' اپنی جانوں کا ہدیہ پیش کرو' قربانیاں دینے کے لئے تیار ہو جاؤ' سرفروشی کا مظاہرہ کرو' اللہ کی راہ میں جنگ کرو تو میں بیان کر چکا ہوں کہ انہوں نے کورا جواب دے دیا اور حضرت موسیٰ سے کہہ دیا فَاذْهَبْ اَنْتَ وَ رَبُّكَ فَقَاتِلَا اِنَّا هٰهُنَا قَاعِدُوْنَ وہ معجزات کے اتنے خوگر ہو گئے تھے کہ وہ چاہتے تھے کہ ارضِ مقدس بھی ان کے جہاد و قتال کے بغیر مفتوح ہو جائے اور وہ ٹھنڈے ٹھنڈے فلسطین میں حاکمانہ طور پر داخل ہو جائیں۔

ان کی اس کم ہمتی' بزدلی پر اللہ تعالیٰ نے انہیں جو سزا دی وہ سزا بھی تھی اور علاج بھی تھا۔ سزا ان لوگوں کے لئے جنہوں نے اس موقع پر بودے پن کا مظاہرہ کیا کہ ارضِ مقدس جسے ان کو دیئے جانے کا اللہ کی طرف سے فیصلہ ہو چکا تھا ان پر چالیس سال کے لئے حرام کر دی گئی اور فرما دیا گیا کہ اب یہ چالیس برس اسی صحرا میں بھٹکتے اور اسی زمین میں سر مارتے پھریں گے۔ فَاِنَّهَا مُحَرَّمَةٌ عَلَيْهِمْ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً يَتِيْهُوْنَ فِي الْاَرْضِ یہ تو سزا ہوئی لیکن اسی میں علاج مضمر تھا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بعض اوقات قوموں کو جو سزائیں دی جاتی ہیں وہ سزائیں بھی ان کے لئے خیر کا پہلو رکھتی ہیں۔ میں نے اس کے متعلق بعض آیات آپ کو بار بار سنائی ہیں۔ سورہ السجدہ میں فرمایا۔ وَ لَنُذِيْقَنَّهُمْ مِّنَ الْعَذَابِ الْاَدْنٰى دُوْنَ الْعَذَابِ الْاَكْبَرِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ "اور البتہ ہم انہیں اس بڑے عذاب سے پہلے چھوٹے چھوٹے عذابوں کا مزا چکھائیں گے شاید کہ یہ لوٹ آئیں۔" تو درحقیقت جھنجھوڑنے کے لئے' بیدار کرنے کے لئے' نیند کے ماتوں کو جگانے کے لئے بھی اللہ تعالیٰ کبھی چھوٹے چھوٹے عذاب بھیجتا ہے۔ کہ اگر جاگ گئے' اگر ہوش میں آ گئے' اگر اپنی اصلاح پر کمربستہ ہو گئے' تو وہ چھوٹا عذاب نتیجہ کے اعتبار سے ان کے لئے خیر کا ذریعہ بن جائے گا۔ بسا

اوقات یہ چھوٹے عذاب چونکہ قوموں کو جگانے اور ہوشیار کرنے کا ذریعہ بن جاتے ہیں تو مشابہ ہو جاتے ہیں آپریشن کے کہ جو ایک جراح یا سرجن مریض کی بھلائی کے لئے کرتا ہے۔ لہٰذا وَلَنُذِيقَنَّهُمْ مِنَ الْعَذَابِ الْأَدْنَىٰ دُونَ الْعَذَابِ الْأَكْبَرِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ کے بموجب وہ لوگ جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تھے اور جنہوں نے قتال سے انکار کیا تھا' ان کے لئے تو یہ صحرانوردی عذاب کی ایک صورت تھی۔ لیکن اسی سزا میں اللہ تعالیٰ نے اس قوم کے لئے شاندار مستقبل رکھ دیا تھا اور وہ یہ کہ ان کی جو آئندہ نسل پروان چڑھی' اس نے صحرا کی وہ صعوبتیں جھیلیں جو صحرا کی زندگی کا لازمہ ہوتی ہیں۔ شہری اور تمدنی زندگی میں چاہے انسان سیاسی طور پر غلام ہو' چاہے غریب ہو' پھر بھی اسے تمدنی زندگی کی کچھ نہ کچھ آسائشیں حاصل ہوتی ہیں۔ برصغیر میں انگریز کی سیاسی غلامی کے دور میں تمدنی سہولتوں سے سب ہی مستفید ہوتے تھے۔ پھر آپ اپنے یہاں شہری زندگی میں دیکھیں گے کہ غریب سے غریب آدمی کے گھر میں بجلی کا قمقمہ روشن ہے۔ اب جو اس کا عادی ہو گیا ہو تو وہ رات کے گھپ اندھیرے میں کسی جنگل میں جانے کی ہمت نہیں کرے گا۔ اس لئے کہ وہ اس کا عادی ہی نہیں۔ لہٰذا بنی اسرائیل کو مصر میں جو تمدنی سہولتیں حاصل تھیں چاہے ذلت کے ساتھ تھیں۔ ان سے جب وہ محروم کر دیئے گئے اور انہوں نے صحرا کی سختیاں جھیلیں تو جو اگلی نسل وہاں پروان چڑھی تو وہ جفاکش اور باہمت ہو کر اٹھی۔ وہی چالیس برس کا معاملہ ہے جہاں یہ دونوں باتیں یعنی انفرادی اور اجتماعی پختگیاں جُڑ جاتی ہیں چنانچہ بنی اسرائیل کی قسمت چالیس برس کے بعد بدلی ہے تو وہ اسی اعتبار سے کہ جو نسل صحرا میں پیدا ہوئی اور پروان چڑھی جب وہ چالیس برس میں اپنی پوری قوت و شدت کو پہنچ گئی تو اس نسل میں جوش و ولولہ تھا لہٰذا وہ آمادۂ جہاد و قتال تھی۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے جو خلیفہ اور جانشین تھے' جن کا نام حضرت یوشع ابن نون تھا۔ بعض حضرات کے نزدیک وہ نبی تھے البتہ ان کی نبوت کا کوئی قطعی ثبوت موجود نہیں ہے۔ سورہ کہف میں حضرت موسیٰؑ کے واقعے میں جس نوجوان کا ذکر ہے یہ وہی ہیں کہ جو اس سفر میں ایک رفیق و خادم کی حیثیت سے حضرت موسیٰؑ کے ساتھ تھے جس میں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کو حضرت خضر کے پاس بھیجا تھا۔ بہرحال تو یہ حضرت یوشع ابن نون ہیں جو حضرت موسیٰؑ کے بعد انؑ کے جانشین بنے ہیں' ان کی زیر قیادت بنی اسرائیل کی

صحرا میں چالیس سال پروان چڑھنے والی نسل نے اللہ کی راہ میں جہاد کیا' قتال کیا اور فلسطین کو فتح کر لیا۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے ان کے عہدِ زرّیں کا آغاز فرما دیا۔

اپنے قومی و ملی حالات کا ایک حقیقت پسندانہ جائزہ

آج شمسی حساب سے ہمارا ملک خداداد پاکستان آزادی و خود مختاری کے چالیس سال پورے کر کے اکتالیسویں سال میں قدم رکھ چکا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ آج ہم اپنا احتساب کریں اور ان گزرے ہوئے چالیس سالوں پر ایک منصفانہ اور حقیقت پسندانہ نگاہ بازگشت ڈالیں اور آج ہمارے ملک کو جو خطرات درپیش ہیں ان کو صحیح تناظر میں سمجھنے کی کوشش کریں اور جائزہ لیں کہ آج ہم کس حال میں ہیں! نہ جذبات میں آنے کی ضرورت ہے نہ سنسنی خیزی مفید ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے بچائے۔ لیکن معروضی (OBJECTIVE) جائزہ کہ ہم دیکھیں کہ ہم قومی و ملی اعتبار سے کہاں کھڑے ہیں! حالات اطمینان بخش ہیں یا تشویش انگیز! تشویش انگیز ہیں تو کس کس پہلو سے ہیں۔ ان کا علاج کیا ہے! حالات کی اصلاح کے لئے کون سے اقدامات فوری توجہ چاہتے ہیں اور کون سے ایک جامع منصوبہ بندی کے متقاضی ہیں!

مہیب خطرات کا سیلاب

ہم میں سے کون نہیں جانتا کہ داخلی طور پر بھی ہمارے ملک کے حالات بڑی تیزی سے بگڑ رہے ہیں اور خارج میں بھی ہماری سرحدوں پر مہیب خطرات منڈلا رہے ہیں۔ گویا ہم گوناگوں اطراف سے مہیب و تباہ کن خطرات کے سیلاب کی زد میں ہیں۔ میرے نزدیک بیرونی صورتِ حال پاکستان کے لئے جس قدر ناموافق اور تشویش ناک آج ہو چکی ہے پاکستان کی تاریخ کے چالیس سالہ دور میں کبھی اتنی ناموافق اور مخدوش نہ تھی۔ ہمارے اردگرد حالات بڑی تیزی کے ساتھ بگڑتے چلے جا رہے ہیں۔ میں موجودہ تشویش ناک صورتِ حال کے تین اہم پہلو آگے آپ کے سامنے رکھوں گا۔

آج صبح جب میں آج کی تقریر کے نکات پر سوچ رہا تھا تو میرے سامنے قرآن حکیم کی دو

آیات آئیں۔ ایک سورۃ الرعد کی اور ایک سورۃ الانبیاء کی۔ یہ دونوں سورتیں مکی ہیں اور مکی دور کے آخری حصہ میں ان کا نزول ہوا ہے۔ اور ان میں اصلاً قریش مکہ کو خطاب کیا گیا ہے۔ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے چیلنج کیا تھا کہ تم ہمارے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی مخالفت میں ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہو اور اس بلدامین اور اس سرزمین حرم کے اندر تم نے اہل ایمان کے ساتھ ظلم و تعدی کا جو معاملہ کیا ہے اور کر رہے ہو وہ ہمارے علم میں ہے۔ ہم نے تمہاری رسی دراز کی ہوئی ہے۔ لیکن ایک بات تم نہیں دیکھ رہے' تم کو اس کا شعور حاصل نہیں ہو رہا کہ تمہارے گرد گھیرا بتدریج تنگ ہو رہا ہے۔ اَوَلَمْ یَرَوْا اَنَّا نَاْتِی الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا یہ الفاظ سورہ رعد میں آئے ہیں اور اَفَلَا یَرَوْنَ اَنَّا نَاْتِی الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا ط یہ الفاظ سورۂ انبیاء کے ہیں۔ مضمون ایک ہی ہے اس کا ترجمہ یہ ہے کہ "کیا یہ (مشرکین) دیکھتے نہیں کہ ہم زمین کو تنگ کرتے چلے آ رہے ہیں ان کے گرد چاروں طرف سے۔ ابھی مکہ کے اندر تو یہ بڑی خرمستیاں کر رہے ہیں' غرور کی انتہاء کو پہنچے نظر آ رہے ہیں۔ اللہ کی پکڑ سے بے فکر اور نچنت دکھائی دے رہے ہیں لیکن ان کو پتہ ہی نہیں کہ ان کے گرد گھیرا تنگ ہو رہا ہے۔ چونکہ توحید اور اسلام کی دعوت رفتہ رفتہ آس پاس کے قبائل میں نفوذ کر رہی تھی۔ اور ظاہر بات ہے کہ مکہ کے اطراف میں جو قبائل آباد تھے' ان میں اگر اسلام کی دعوت نفوذ کر رہی ہے تو گویا مشرکین و کفارِ قریش کے گرد اسلام کا گھیرا تنگ ہوتا چلا جا رہا ہے۔ چنانچہ یہ کیفیت چند سالوں کے بعد فتح مکہ کے موقع پر بتمام و کمال ظاہر ہوئی ہے۔ میں پہلے کسی تقریر میں عرض کر چکا ہوں کہ ہجرت کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ و مدینہ کے مابین آباد قبائل کے ساتھ باقاعدہ معاہدے کئے اور ان معاہدوں کے نتیجے میں یا تو انہیں اپنا حلیف (ساتھی) بنا لیا یا کم از کم غیر جانب دار ضرور کر لیا۔ یہی وجہ ہے کہ قریش جن کی سیادت' جن کی قوت کا پورے عرب پر رعب تھا' بتاشے کی طرح بیٹھ گئے اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دس ہزار قدوسیوں کے جلو میں رمضان ۸ھ میں فتح مکہ کے لئے تشریف لائے تو قریش میں مزاحمت کا یارا نہ تھا اور وہ بے بسی کے عالم میں دم بخود اہل ایمان کو فاتحانہ طور پر مکہ مکرمہ میں داخل ہوتے اور حرم شریف کو بتوں کی نجاست سے پاک و صاف ہوتے دیکھتے رہے۔

حالات کی سنگینی

سورۂ رعد اور سورۂ انبیاء کی آیات کا جو حصہ میں نے آپ کو سنایا ہے' وہ جب میرے سامنے آئیں تو گو وہ کفار قریش سے متعلق تھیں لیکن مجھے ایسے محسوس ہوا کہ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ ہمارے ارد گرد بھی گھیرا تنگ ہوتا جا رہا ہے۔ قرآن مجید کے یہ الفاظ مبارکہ ہمارے موجودہ سنگین حالات پر پورے طور پر منطبق معلوم ہوتے ہیں..... ذرا حقیقت پسندانہ انداز میں جائزہ لیجئے کہ ہمارے ارد گرد کون سے خطرات منڈلا رہے ہیں! پاکستان اور اسلام دشمن قوتیں جس طریقہ سے ہمیں چاروں طرف سے حصار میں لے رہی ہیں اس کا اگر ہم تجزیہ نہیں کریں گے' اس کا جائزہ نہیں لیں گے' اس کو اگر ہم نظر انداز کریں گے تو یہ بالکل وہی مثال ہو گی جو میں نے بارہا عرض کی ہے کہ جیسے بلی کو دیکھ کر کبوتر اپنی آنکھیں بند کر لے۔ اس طرح گو چند لمحے اس کے سکون سے گذر جائیں گے کہ بلی اس کی نگاہوں کے سامنے نہیں ہو گی لیکن ظاہر بات ہے کہ وہ چند لمحے ہی ہوں گے۔ آنکھیں بند کرنے سے بلی معدوم تو نہیں ہو جاتی وہ موجود رہتی ہے۔ اسی طریقہ سے ہمارے ارد گرد خطرات کا جو گھیرا روز بہ روز تنگ سے تنگ تر ہوتا چلا جا رہا ہے اس کو نظر انداز کرنے سے خطرات ٹل نہیں جائیں گے بلکہ ہم کو اچانک آ دبوچیں گے۔

بیرونی خطرات

میں آج چند چیزیں نوٹ کر کے لایا ہوں تاکہ کم وقت میں ایک ترتیب کے ساتھ میں زیادہ باتیں آپ کے سامنے رکھ سکوں..... سب سے پہلا معاملہ بھارت کا ہے۔ مجھے یہ کہنے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ ہر شخص یہ بات جانتا ہے کہ وہ ہمارا پیدائشی دشمن ہے۔ پاکستان وہ ملک ہے جسے اپنے سے کئی گنا بڑے پڑوسی ملک کی عداوت' دشمنی اور بغض پیدائشی طور پر ملا ہے۔ پاکستان قائم ہی ہوا ہے بھارت کی دشمنی کے ساتھ۔ بھارت اگرچہ پاکستان سے رقبہ' آبادی' وسائل' تعلیم' فنون کے اعتبار سے کئی گنا بڑا ہے۔ اس کی فوجی قوت اور صلاحیت شروع ہی سے پاکستان سے مجموعی طور پر دس گنا سے بھی زیادہ رہی ہے۔ لیکن مسلمانوں کی جرأت' ان کی ہمت' ان کے جوشِ جہاد اور شوقِ شہادت سے بھارت اول روز سے خائف رہا ہے حالانکہ پاکستان نہایت بے سرو سامانی کی حالت میں قائم ہوا تھا۔ تاہم قیام کے وقت ہی سے پاکستان

بھارت کے اعصاب پر سوار رہا ہے۔ پھر رَن کچھ اور ۶۵ء کی جنگ سے بھارت کو اندازہ ہو گیا کہ وہ محض طاقت کے ذریعہ سے پاکستان کو نقصان اور ضعف نہیں پہنچا سکتا۔ یہود کی طرح ہنود بھی بڑا سازشی ذہن رکھتے ہیں۔ چنانچہ بھارت نے سازشوں کا محاذ کھول دیا۔ جس کے نتیجہ میں دسمبر ۱۹۷۱ء میں حادثہ سقوطِ مشرقی پاکستان رونما ہوا۔ قومی و ملی اعتبار سے یہ ہمارے لئے بڑا ہی جانکاہ سانحہ تھا۔ اس حادثہ سے جہاں دو قومی نظریہ کو سخت دھچکا لگا جس کی بنیاد پر ہندوستان کی تقسیم عمل میں آئی تھی' وہاں مشرقی پاکستان جو آبادی کے لحاظ سے مغربی پاکستان سے بڑا تھا ہم سے الگ ہو گیا۔ بھارت نے اس حادثہ پر خوشی سے خوب بغلیں بجائیں۔ اندرا گاندھی نے صاف صاف کہہ بھی دیا کہ ہم نے دو قومیتوں کے نظریہ کو خلیج بنگال میں غرق کر دیا.....

بھارت کو خوشی تھی کہ ایک طرف اس کی سازش کامیاب ہوئی پاکستان دو لخت ہو گیا اور دوسری طرف یہ ہوا کہ مشرقی اور مغربی پاکستان کی صورت میں دو اطراف سے اس کا جو گھیراؤ تھا جس کے باعث اس پر جو ایک نفسیاتی اور اعصابی خوف سوار رہتا تھا' وہ ختم ہو گیا۔ اس اعتبار سے وہ یک سو ہو گیا۔ یہ پہلو اس کی قوت اور اس کی جرأت میں' اضافہ کا سبب بن گیا اور اب اس کا حوصلہ (MORALE) بہت بلند ہو چکا ہے۔

پھر یہ بات بارہا ہمارے سامنے آتی رہی ہے' پاک و ہند کے اخبارات میں بھی اس پر تجزیے آتے رہتے ہیں کہ بھارت میں جو بھی حکومتیں آئی ہیں انہوں نے اپنے ملک کو نہایت مفلس اور اپنے عوام کو بہت ہی پستی میں رکھ کر اپنے مالی وسائل کو ایک نہایت مضبوط فوجی قوت بنانے پر لگایا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بھارت اور پاکستان کے عوام کے معاشی خوشحالی اور معیار زندگی میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ صرف بھارت کے مسلمان ہی نہیں بلکہ بحیثیت مجموعی بھارت کے عوام کے حالات معاشی خوش حالی کے اعتبار سے بڑے ابتر ہیں۔ وہاں سے پاکستان آنے والے چاہے وہ مسلمان ہوں چاہے ہندو اور سکھ ہوں' برملا اعتراف کرتے ہیں کہ پاکستان ایک خوش حال ملک ہے اور اس کے مقابلہ میں بھارت ایک مفلس ملک ہے۔ ان کے یہ تاثرات اخبارات میں آتے رہے ہیں کہ واہگہ کا بارڈر کراس کرنے کے بعد انہیں یہ محسوس ہوتا ہے کہ وہ ایک مفلوک الحال ملک سے ایک مرفح الحال ملک میں آ گئے ہیں۔ وجہ یہی ہے کہ ہر بھارتی حکومت اپنے ملک کے عوام کو غریب رکھ کر اپنی فوجی اور اسلحہ کی طاقت کو

بڑھانے پر کمربستہ رہی ہے۔ جس کے نتیجے میں پہلے تو بھارت علاقہ کی چھوٹی (MINI) سُپر پاور شمار ہوتا تھا لیکن میرے نزدیک اب وہ علاقہ کی سپر پاور بن چکا ہے اب آپ عالمی صحافت میں ' MINI ' کا لفظ اس کے ساتھ نہیں دیکھیں گے۔ بلکہ بھارت کے لئے اب علاقائی (RIGIONAL) سپر پاور کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ الفاظ کی تبدیلی درحقیقت یونہی نہیں ہو جاتی۔ اس کی پشت پر حقائق ہوتے ہیں۔

سپر پاورز کا رویہ

پھر یہ بات بھی دنیا کے سامنے ہے کہ دنیا کی دو مشہور ترین سپر پاورز بھارت کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھانے اور اس کی مدد کرنے میں ایک دوسرے سے آگے بازی لے جانے کی فکر میں رہتی ہیں۔ یہ معاملات تو قریباً برصغیر پاک و ہند کی آزادی کے وقت سے چلے آ رہے ہیں۔ گاہے ایک طرف سے اور گاہے دوسری طرف ناز و نخرے ہوتے ہیں۔ گلے شکوے ہوتے ہیں۔ پھر من جاتے ہیں اور منا لئے جاتے ہیں۔ لیکن حالیہ جو اہم تبدیلیاں آئی ہیں ان کو نوٹ کیجئے۔ جو کچھ کشمیر' حیدر آباد' جونا گڑھ' نیپال' بھوٹان اور گوا میں بھارتی جارحیت نے گل کھلائے ہیں وہ داستان تو بہت پرانی ہو گئی۔ مشرقی پاکستان پر اس کی جارحیت اور یلغار کا حادثہ بھی خاصا پرانا ہو گیا۔ اس پر سولہ سال بیت چکے۔ لیکن حال ہی میں سری لنکا میں جو کچھ ہوا ہے اس پر پوری دنیا کی آنکھیں کھل جانی چاہئے تھیں۔ یہ اس ملک کا اندرونی معاملہ تھا کہ اس میں ایک اقلیت یعنی تامل قوم ایسی بھی آباد ہے جس کے ہم نسل لوگ بھارت کے صوبہ تامل ناڈو میں اکثریت میں آباد ہیں۔ عرصہ سے وہ سری لنکا میں اپنی ایک الگ آزاد و خود مختار مملکت قائم کرنے کے لئے زور لگا رہے ہیں یہ کشمکش کافی عرصہ قبل سے مسلح تصادم کی صورت اختیار کئے ہوئے تھی ان باغیانہ سرگرمیوں کو بھارت کی پوری مدد حاصل تھی۔ سری لنکا کی حکومت کافی دیر سے بڑی ہمت و جرات کے ساتھ اس کی مزاحمت کر رہی تھی۔ بلکہ چند ماہ قبل سری لنکا کے وزیر خارجہ' جو اتفاقاً مسلمان بھی ہیں' کے بیانات پڑھ کر بڑی خوشی ہوئی تھی۔ انہوں نے صاف صاف کہا تھا کہ بھارت اگر ہمارے اندرونی معاملات میں دخل جاری رکھنا چاہتا ہے اور ہمارے یہاں کی تامل آبادی کی مبینہ تکالیف کی وجہ سے بے چینی اور ان کے ساتھ ہمدردی کا اظہار کرتا ہے تو اپنے یہاں کی اقلیتوں یعنی سکھوں اور مسلمانوں کے ساتھ جو کچھ ہو رہا ہے پہلے

ان کو تحفظ دینے کی فکر کرے۔ ان کی مشکلات اور مصیبتوں کا مداوا کرے۔

لیکن اس وقت صرف اپنے مفادات کو دیکھتی ہیں اس کا یہ بہت ہی نمایاں واقعہ سامنے آیا ہے کہ بھارت نے سری لنکا کی حکومت پر معلوم نہیں کتنا دباؤ ڈالا ہے اور دھمکیاں دی ہیں اور سپر پاورز نے خفیہ طریق پر سری لنکا کو کتنا مجبور کیا ہے کہ وہ داخلی امن کے لئے بھارتی فوج کو اپنے ملک میں آنے کی اجازت دے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ اب سری لنکا کے آزاد و خود مختار ملک میں بھارت کی فوجیں پہنچ چکی ہیں اور وہاں داخلی طور پر امن قائم کرنے کے لئے بھارتی فوج نے چارج لے لیا ہے۔ سری لنکا کی فوج بیرکوں میں بھیج دی گئی ہے۔ اگرچہ سری لنکا میں غالب اکثریت رکھنے والی سنہالی قوم اس صورت حال پر برہم ہے اور وہ اس پر احتجاج کر رہی ہے جو فسادات کی صورت اختیار کر گئے ہیں۔ لیکن اب جو ہو چکا سو ہو چکا۔ پہلے بھارتی حکومت ہوائی جہازوں کے ذریعہ سے تامل باغیوں کو خوراک کے پیکٹ پہنچاتی رہی ہے۔ ظاہر بات ہے کہ اسی بہانے ان کو ہتھیار بھی پہنچ رہے ہوں گے۔ سری لنکا اپنے وسائل سے بھارت کی اس کارروائی کو نہیں روک سکا اور واویلا کرتا رہا لیکن پوری دنیا میں سے کسی نے بھارت کی اس بے جا مداخلت پر آواز نہیں اٹھائی کہ یہ کیا ہو رہا ہے! یہ در حقیقت راجیو گاندھی کی حکومت کی طرف سے ایک 'FEELER' تھا جو پوری دنیا کے لئے چھوڑا گیا تھا۔ اس پر پوری دنیا خاموش رہی تو سری لنکا کی حکومت کے لئے اس کے سوا کیا چارہ کار رہ گیا تھا کہ وہ "امن سمجھوتہ" کے نام سے بھارت کے دباؤ کو چار و ناچار تسلیم کر لے اور اس کی فوجوں کو سری لنکا کی حدود میں "قیام امن" کے نام سے داخل ہونے کی "اجازت" دے دے۔ یہ اس لئے ہوا کہ سری لنکا اور بھارت کے مابین فوجی طاقت اور وسائل کے اعتبار سے کوئی نسبت و تناسب ہے ہی نہیں۔ کہاں سری لنکا اور کہاں بھارت!! یوں سمجھئے کہ "ہاتھی کے سامنے ایک چوزا" کی مثال ہے...... چنانچہ اب سری لنکا میں انڈین آرمی جس طرح پہنچ چکی ہے تو آپ اس سے اندازہ کیجئے کہ اس علاقہ کے حالات میں یک دم کتنی دور رس اور خطرناک تبدیلی آگئی ہے......

بھارت کے عزائم

ڈھاکہ کے ایک مشہور و معروف اخبار نے لکھا ہے کہ بھارت کی طرف سے یہی حکمتِ عملی بنگلہ دیش (سابقہ مشرقی پاکستان) کے لئے اختیار کی جا رہی ہے۔ بھارت نے چکما قبائل کی

طرف سے بنگلہ دیش میں جو بے چینی اور گڑبڑ پیدا کی ہوئی ہے تو ایسا نظر آ رہا ہے کہ اسی بہانے بھارت بنگلہ دیش میں بھی فوجی مداخلت کے لئے راہ ہموار کر رہا ہے اور بھارتی اخبار حکومت کو شہ دے رہے ہیں کہ سری لنکا کے انداز پر ہی چکما قبائل کی مشکلات کا حل ہو سکے گا...... گویا بھارت کی جارحیت کا دوسرا نشانہ کسی وقت اور کسی بہانے بنگلہ دیش بن سکتا ہے۔

اس پورے تناظر میں دیکھئے کہ بھارت کا تیسرا متوقع شکار صاف نظر آ جاتا ہے۔ اس کے لئے اس نے اربوں روپے خرچ کر کے جو EXERCISE کی ہے۔ پاکستانی سرحدوں کے ساتھ بڑے پیانے پر فوجی مشقیں کی ہیں وہ کسی منصوبہ کے بغیر تو نہیں کی ہوں گیں! مختلف اطلاعات کے مطابق بھارت ضلع تھرپارکر' حیدر آباد اور سکھر ڈویژن کو سامنے رکھ کر اپنی پوری جنگی حکمت عملی (STRATEGY) باریک سے باریک اور چھوٹی سے چھوٹی جزئیات و تفصیلات (MINUTUS DETAILS) کے ساتھ بنا چکا ہے۔ بنئے نے اتنی بڑی رقم جو خرچ کی ہے وہ ایسے ہی نہیں کی ہے۔ اس نے اپنی فوجی مشقیں مکمل کر کے اپنی فوجوں کو فی الوقت ہٹا لیا ہے۔ لیکن اگر اندرون سندھ خاص طور پر تھرپارکر کے اندر فسادات ہوں اور بدامنی کی صورت پیدا ہو جائے جہاں ہندوؤں کی ایک خاصی بڑی تعداد آباد ہے تو وہی معاملہ وہاں ہو گا جو قریباً سولہ سترہ سال قبل مشرقی پاکستان میں ہو چکا ہے اور جس کے آثار سری لنکا میں دکھائی دے رہے ہیں۔ اگر سندھ کی سرحدوں پر بھارت نے جارحیت کا اقدام کیا جیسا کہ قرائن سے نظر آ رہا ہے تو دنیا کی کوئی سپر پاور بھارت کی ننگی جارحیت پر انگلی نہیں اٹھائے گی۔

امریکہ کی پالیسی

امریکہ نے اس دور میں بھی جبکہ بظاہر ہماری اس کے ساتھ بڑی دوستی ہے' بڑی گاڑھی چھن رہی ہے' اس نے ہمیں بہت کچھ دیا ہے لیکن ساتھ ہی وقفہ وقفہ سے بارہا اس کی طرف سے یہ اعلان ہوتا رہا ہے کہ اگر پاکستان اور بھارت کے مابین کوئی تصادم ہوا تو ہرگز امریکہ پاکستان کی کوئی مدد نہیں کرے گا۔ یعنی اگر تصادم کا مرحلہ آ ہی جائے تو اس وقت ہم امریکہ کو کوئی الزام اور کوئی دوش بھی نہیں دے سکیں گے اس لئے کہ اس نے اپنی اس پالیسی کو بارہا کھل کر بیان کیا ہے۔

بھارت کی جارحیت کے ہدف

ایک طرف تو یہ صورت حال ہے۔ دوسری طرف بھارت کے عزائم کو جان لیجئے کہ اب اس کا ہدف (TARGET) پاکستان کا انتہائی شمالی علاقہ اور جنوبی علاقہ ہو گا۔ درمیان کے حصہ کو وہ اس مرتبہ چھوڑ رہا ہے۔ اس لئے کہ پہلی جو دو جنگیں ہوئی ہیں وہ پنجاب کے میدانوں میں لڑی گئی ہیں۔ لیکن بھارتی پنجاب کا معاملہ بھارت کے نقطہ نظر سے اس وقت مخدوش ہے لہٰذا وہ ان اطراف سے جارحیت کی کوئی کارروائی نہیں کرے گا۔ وہ سکھوں کو ایسا موقع نہیں دے گا کہ وہ اس کی پیٹھ کے اندر خنجر گھونپ سکیں۔ جیسے کہ مشرقی پاکستان میں بھارت کی طرف سے بھیجے ہوئے ایجنٹوں اور بنگلہ قومیت کے انتہاپسند عناصر نے پاکستانی فوج کی پیٹھ میں خنجر گھونپا تھا۔ اگر پنجاب کے علاقے سے بھارت کوئی جارحیت کرتا ہے تو اسے اس صورت حال کے پیدا ہونے کا شدید اندیشہ ہے۔ وہاں وہ صرف اپنی دفاعی پوزیشن کو مضبوط رکھے گا اور اس نے جو فوجی مشقیں کی تھیں اس سے اس کی یہ حکمت عملی ظاہر ہو گئی تھی کہ اب اس کے جو اصل ہدف (TARGET) ہیں وہ یا انتہائی شمال ہے یا جنوب ہے۔ شمال میں اس نے ہماری غفلت سے فائدہ اٹھایا اور سیاچین کے ایک بہت بڑے رقبہ پر قبضہ کر لیا۔

سیاچین کی اہمیت

سیاچین کی جنگی نقطہ نظر سے جو حیثیت اور اہمیت ہے وہ یقیناً آپ حضرات کے علم میں ہو گی۔ میں صرف آپ کو ایک اہم بات کی طرف اور توجہ دلادوں کہ اس کا جوڑ ملا یئے واخان کے ساتھ۔ واخان کا علاقہ افغانستان باقاعدہ بہت پہلے روس کو دے چکا ہے۔ اس نے اپنی فوجوں کو افغانستان میں داخل ہونے کے بعد فوری طور پر جو قیمت وصول کی تھی وہ واخان کا مستقل قبضہ لے لینا تھا اور یہ واخان ایک خنجر کے مانند پاکستان کے شمالی علاقے چترال اور گلگت وغیرہ کے علاقے کے سر پر ایک باریک سی پٹی ہے۔ بہت اونچا علاقہ ہے۔ وہاں روس کے نہایت مضبوط مورچے بن چکے ہیں۔ لہٰذا اس جانب سے روس اور ادھر سیاچین کی جانب سے بھارت کے لئے شاہراہ ریشم نرغہ میں آ گئی ہے اور دونوں کے لئے اس کو 'PINCER MOVEMENT' کے ذریعہ سے ناقابل عبور بنانا زیادہ مشکل نہیں رہے گا تو ظاہر بات ہے کہ کسی کڑے وقت میں اگر وہ سڑک ہی قابل استعمال نہیں ہو گی تو ہمارے چین کے

ساتھ کتنی ہی دوستی اور گہرے تعلقات و روابط ہوں وہ اس شاہراہ کے کٹ جانے کے بعد ہماری کوئی موثر مدد نہیں کر سکے گا...... یہ تو میں نے ان سنگین خطرات کی نشان دہی کی ہے جو بھارت کی جانب سے ہمارے شمال اور جنوب سے ہمارے سروں پر معلق ہیں۔ اب آیئے ایک دوسرے اہم خطرہ کی طرف۔

مغربی سرحد کے مخدوش حالات

دوسرا اہم خطرہ ہمیں اپنی مغربی سرحد یعنی روس اور افغانستان کی جانب سے ہے۔ میں اپنی گفتگو میں روس اور کابل دونوں کو یکجا (BRACKET) کر رہا ہوں۔ کابل میں جو بھی کٹھ پتلی حکومت رہی ہے۔ وہ شروع سے ہمیں دھمکیاں دیتی چلی آ رہی ہے کہ افغان مہاجرین کے ساتھ جو تعاون اور اعانت ہے اس سے دست کش ہو جاؤ ورنہ اس کی بھاری قیمت ادا کرنی پڑے گی۔ کابل حکومت نے روس کی مدد سے اپنے منصوبے پر عمل کرنا شروع کر دیا ہے۔ افغانستان کی طرف سے اب جو کچھ ہو رہا ہے وہ اب صرف سبوتاژ (SABOTAGE) ہی نہیں ہے بلکہ ایک طرف ان کی افغانستان میں مجاہدین کے ساتھ جو جنگ ہے اسے اس نے پاکستان کی سرحدوں کے اندر دھکیل دیا ہے۔ آزاد قبائلی علاقوں میں افغانستان کا پیسہ اور روسی اسلحہ بے تحاشہ انداز میں آ چکا ہے۔ چنانچہ آپ کو یاد ہو گا کہ خیبر ایجنسی میں صرف ایک سڑک بنانے کے مسئلہ پر وہاں شدید قسم کا ہنگامہ اور خون ریزی ہو چکی ہے۔ اس کے بعد پاراچنار کے اندر زبردست ہنگامہ ہو چکا ہے۔ پاراچنار کا معاملہ چونکہ خاص اہمیت والا ہے تو اس کے متعلق میں بعد میں بھی کچھ عرض کروں گا...... پھر میں کچھ دن قبل آپ کو بتا چکا ہوں کہ جنوبی وزیرستان میں بھی بہت سے لوگ کابل سے بہت سا پیسہ اور اسلحہ لے کر آئے ہیں لیکن وہاں کے علماء نے وہاں جرگہ بلایا ہے اور وہاں کوشش کر رہے ہیں کہ ان کو روکیں۔ اگر وہ باز نہ آئیں تو ان کا مقاطعہ کریں۔ لیکن کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ علماء اور جرگہ کی کوششوں کا کوئی پائیدار نتیجہ نکلے گا یا نہیں! یا یہ محض عارضی سا معاملہ ہو گا چونکہ جب ایک طرف مالی مفادات کا معاملہ ہو اور دوسری طرف نفرتوں کے بیج کی خوب آبیاری ہو چکی ہو تو علماء کی کوششیں بھی غیر مؤثر ہو جاتی ہیں۔ چنانچہ حقیقت یہ ہے کہ افغانستان کی جنگ کابل اور روسی حکومت نے بالفعل پاکستان کی سرحدوں کے اندر دھکیل دی ہے۔ یہ تو تھے بیرونی خطرات۔ اب معاملہ ہے

اندرون سبوتاژ کا۔ اس کو بھی اچھی طرح سمجھ لیجئے۔

اندرونی تخریب کاری

سال دو سال سے پاکستان کے متعدد و قابل لحاظ شہروں میں اندرونی تخریب کاری اور سبوتاژ کا جو خوفناک سلسلہ چل رہا ہے وہ بالواسطہ بھی ہے اور بلاواسطہ بھی۔ عام طور پر ہم بلا واسطہ تخریب کاری کو سمجھتے اور جانتے ہیں۔ جیسے لاہور میں ریلوے اسٹیشن اور بس اسٹینڈ پر دھماکہ ہو گیا۔ کراچی کا بہت خوفناک اور تباہ کن دھماکہ اس سبوتاژ کی بڑی نمایاں مثال ہے۔ اس سے پہلے صوبہ سرحد میں جو دھماکے ہو رہے تھے 'پل اڑائے جا رہے تھے' پشاور اور مردان کے راستے میں ریلوے پل کئی بار بال بال بچے ہیں اسی طرح کئی بار ریلوے ٹرین بھی اس تخریب کاری کی زد میں آنے سے بال بال بچی ہیں۔ پھر پنڈی کا دھماکہ ہے جس سے بڑی تباہی مچی۔ ۔ یہ تخریبی سرگرمیاں ہیں جو افغانی اور روسی بلاواسطہ اور براہ راست کر رہے ہیں۔ چند لوکل ایجنٹس ہوں گے بلکہ ان کی بھی خاص ضرورت نہیں ہے اس لئے کہ افغانستان کے لوگ افغان مہاجرین کے بھیس میں بھی آ سکتے ہیں۔ پھر ان کے اور ہمارے سرحدی بھائیوں کا لباس اور زبان ایک ہے لہٰذا یہ امتیاز کرنا مشکل ہے کہ کون سرحد کا باشندہ ہے اور کون افغان مہاجر ہے اور کون اس بھیس میں افغانستان کا تخریب کار ہے۔ لہٰذا ان کے لئے کوئی روک ٹوک نہیں ہے وہ جیسے چاہیں بہ آسانی ملک کے مختلف حصوں میں آ اور جا سکتے ہیں۔

اس بلاواسطہ تخریب کاری کے ہولناک نتائج پوری قوم کے سامنے ہیں اخبارات میں شہ سُرخیوں اور تباہ کاری کی تصویروں کے ذریعہ سے خبریں آئے دن چھپتی رہتی ہیں ریڈیو اور ٹی وی پر بھی یہ خبریں نشر ہوتی ہیں۔ ہمارے سیاست دانوں اور دوسرے زعما کے ہمدردانہ بیانات کے ساتھ ساتھ تلخی آمیز تنقیدی بیانات بھی آتے رہتے ہیں۔ اور تو اور خود ہمارے صدر مملکت بالقابہ نے حال ہی میں ایک اخباری بیان میں ان دھماکوں اور تخریبی سرگرمیوں کے متعلق فرمادیا ہے کہ قوم کو ایک سو چون (۱۵۴) دھماکوں کے لئے تیار رہنا چاہئے۔ ابھی معاملہ بہت آگے بڑھے گا گویا ۔

ابتدائے عشق ہے روتا ہے کیا
آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا۔

اگر چہ یہ بات صدر صاحب کو زیب نہیں دیتی۔ کسی حکومت کے سربراہ کو اس طرح کی بات کہنی نہیں چاہئے۔ چند اشخاص کی حفاظت پر خزانہ عامہ کا کروڑہا روپیہ سالانہ خرچ ہو جاتا ہے لیکن معلوم ہوتا ہے کہ اس ملک کے عام آدمی کی جان کی کوئی قدر و قیمت ملک کے بر سر اقتدار طبقے کی نگاہوں میں نہیں ہے۔ اس کے ساتھ جو بھی خاک و خون کا کھیل کھیلا جا رہا ہے' اس کے روک تھام اور سدباب کی کوئی ضمانت دینے کے لئے حکومت تیار نہیں ہے۔ نام ہم حضرت عمر فاروقؓ کا لیتے ہیں جن کا فرمان تو یہ ہے کہ اگر دجلہ و فرات کے کنارے کوئی کتا بھی بھوک اور پیاس سے مر جائے تو قیامت کے دن عمرؓ اس کا ذمہ دار ہو گا۔ یہاں انسان مر رہے ہیں سینکڑوں کی تعداد میں انسانی جانوں کا ضیاع ہو رہا ہے۔

اور ہزاروں کی تعداد میں لوگ زخمی ہو رہے ہیں' وہ بھی ہیں جو پوری زندگی کے لئے معذور ہو گئے ہیں کروڑہا کروڑ کا مالی نقصان ہو چکا ہے لیکن اس کی ذمہ داری قبول کرنے اور آئندہ امن کی ضمانت دینے کے لئے کوئی تیار نہیں۔

مجھے اس وقت صدر جمال ناصر یاد آ رہے ہیں۔ ۶۷ء کی عرب اور اسرائیل کی جنگ میں جو کچھ ہوا سو ہوا۔ لیکن صدر ناصر نے پوری جرأت کے ساتھ شکست کی ذمہ داری کو قبول کیا اور استعفیٰ دینے کے لئے بالکل تیار ہو گئے۔ بہرحال کسی بھی سربراہ مملکت کو اس طرح کی بات کہنا درست نہیں ہے جس نوع کی بات ہمارے صدر صاحب نے کی۔ بلکہ اگر وہ اس انداز میں بات کرتے تو زیادہ مناسب ہوتا کہ ہمیں اپنی آزادی اور خود مختاری کو برقرار رکھنے کے لئے ہر نوع کی قربانی دینی پڑے تو ہم اس کے لئے تیار ہیں اور ہم اپنے افغان مہاجر بھائیوں کا ساتھ نہیں چھوڑیں گے چاہے ہمیں اس کے لئے کتنی ہی قیمت دینی پڑے۔

بہرحال اب تک تو میں نے بلاواسطہ سبوتاژ اور تخریب کاریوں کے ضمن میں چند اصولی باتیں عرض کی ہیں لیکن پاکستان میں بالواسطہ کھلم کھلا بھی اور زیر زمین بھی پورے نظم اور منصوبوں کے ساتھ جو تخریبی کام ہو رہا ہے وہ اس بلاواسطہ تخریب کاری سے کہیں زیادہ خوفناک ہے۔

پاراچنار کا مسئلہ۔

اس میں سب سے پہلے میں پاراچنار کی مثال دیتا ہوں' وہاں معاملہ کیا تھا؟ وہاں جو بھی تصادم ہوا اس میں پہلی سطح تھی قبائلی۔ اور قبائلی زندگیوں میں ایسا ہو جایا کرتا ہے۔ بلوچستان اور سندھ کے مختلف قبائل کے درمیان بھی کبھی کبھی تصادم ہوتے رہے ہیں۔ یوں سمجھیئے کہ یہ تو قبائلی زندگی کے لوازم میں سے ہے۔ چنانچہ وہاں بھی دو قبیلوں کے مابین تصادم کا معاملہ تھا۔ پھر اس پر دوسری تہہ یہ چڑھ گئی کہ اس میں اتفاق سے ایک قبیلہ شیعہ ہے اور ایک سنی۔ اب مسئلہ نے شیعہ سنی چپقلش کا روپ دھار لیا۔ تیسری تہہ اس پر یہ چڑھی کہ ایک قبیلہ جو طوری قبیلہ کہلاتا ہے وہ پاکستان اور افغانستان دونوں ملکوں میں بھی آباد ہے۔ اب یہ طوری قبیلہ افغانستان کی طرف سے پاکستان میں تخریبی کارروائیوں کا سبب بنا ہے اور اس نے تصادم کو خوب ہوا دی ہے۔ پاراچنار کی علاقائی پوزیشن کے بارے میں ایک صاحب نے بڑی اچھی مثال ایک مضمون میں دی ہے کہ جیسے بند مٹھی ہوتی ہے تو انگوٹھا علاوہ نمایاں نظر آتا ہے۔ پاراچنار کا علاقہ اسی طریقہ سے کھلے انگوٹھے کے مانند افغانستان کے اندر گھسا ہوا ہے۔ بلکہ اس کی تین اطراف شمال' جنوب اور مغرب افغانستان کے اندر واقع ہیں اور اس کا حصہ ہیں۔ اسی طوری قبیلہ کے افغانی علاقہ سے ملحق وہاں کئی صوبے ایسے ہیں' جہاں افغان مجاہدین افغان اور روسی مشترکہ فوجوں سے برسرپیکار ہیں۔ اور ان مجاہدین کی جو سپلائی کی لائن ہے وہ اسی طوری قبیلہ کے سرحدی علاقوں سے ہو کر گزرتی ہے۔ لہٰذا افغانستان نے اس علاقہ کو چنا اور وہاں قبائلی مخاصمت کو ہوا دے کر دو قبیلوں کو باہم لڑوا دیا۔ ہمارے یہاں بعض لوگوں نے بڑی غلطی کی ہے اور گویا وہ بھی دشمنوں کے ہاتھوں شعوری و غیر شعوری طور پر کھیل گئے ہیں کہ انہوں نے فرقہ وارانہ فساد کا رنگ دے دیا حالانکہ حقیقت کے اعتبار سے یہ فرقہ وارانہ مسئلہ نہیں ہے۔ یہ مسئلہ بنیاد کے اعتبار سے تو قبائلی مخاصمت کا شاخسانہ ہے البتہ افغانستان نے اس کا رخ تخریب کاری کی طرف بڑی ہوشیاری سے موڑ دیا ہے۔ یہ اسی کا مظہر ہے اور اسی پہلو کو نمایاں کیا جانا چاہئے تھا۔ اس کو ایک فرقہ وارانہ تصادم قرار دینا در حقیقت واقعاتی اعتبار سے بھی درست نہیں ہے اور پاکستان کے موجودہ داخلی حالات کے اعتبار سے بھی ایک خوفناک غلطی ہے۔

کراچی کی صورت حال۔

کراچی کی موجودہ داخلی بدامنی کا معاملہ بہت خوفناک صورت اختیار کر چکا ہے۔ ویسے تو پورے صوبہ سندھ کا مسئلہ بڑا پیچیدہ اور تشویش ناک ہے۔ اس کے متعلق میں بعد میں تھوڑا سا کچھ عرض کروں گا۔ کراچی کا مسئلہ یہ ہے کہ وہاں عام آبادی میں اکثریت مہاجرین اور اردو بولنے والوں کی ہے۔ پھر کراچی میں آبادی کا جو پھیلاؤ ہوا ہے تو نواحی بستیاں کراچی کا جزو بن گئی ہیں۔ ان مضافاتی بستیوں میں اکثروبیشتر ہندوستان سے آئے ہوئے مہاجر آباد ہیں اور پنجاب سے نقل مکانی والے لوگوں کی بھی اچھی خاصی تعداد ان بستیوں میں آباد ہے چند مخصوص بستیاں سرحد سے آنے والوں پر مشتمل ہیں۔ کراچی میں صورت واقعہ یہ ہے کہ زیادہ تر ٹرانسپورٹ پٹھانوں کے ہاتھ میں ہے۔ خاص طور پر منی بسیں تو نوے پچانوے فیصد انہی کے ہاتھ میں ہیں۔ فیکٹریوں' ملوں میں کام کرنے والوں میں بھی پٹھانوں کی اکثریت ہو گئی ہے۔ پٹھانوں میں زیادہ تر جنوبی وزیرستان کے وزیری قبائل کے لوگ ہیں۔ آپ کو معلوم ہی ہے کہ کراچی میں ٹریفک کا مسئلہ روز بروز پیچیدہ سے پیچیدہ تر ہوتا جا رہا ہے اندرون شہر کو بیرونی علاقوں سے ملانے والے راستے جو چند سالوں میں کافی کشادہ متصوّر کئے جاتے تھے اب تنگ درّوں (BOTTLE NECKS ــــــ) کی شکل اختیار کر گئے ہیں۔ یہ علاقے لیاقت آباد' فیڈرل بی ایریا' گولی مار' ناظم آباد' اورنگی' نئی کراچی' کورنگی' فیصل کالونی' مسعود آباد' ملیر کالونی سے لانڈھی اور اب بن قاسم تک پھیل گئے ہیں ان میں بڑی بڑی آبادیاں بلکہ آبادیاں کیا ہر بستی ایک پورا بڑا شہر ہے۔ ان سب کے لئے ٹریفک انہی چند راستوں سے ہو کر گزرتا ہے جو اب ('BOTTLE NECKS ') بن چکے ہیں۔ لہٰذا ان علاقوں میں ٹریفک کے حادثات روزانہ کا معمول بن چکے ہیں۔ حادثات میں ڈرائیوروں کی بے پرواہی کا بھی یقیناً بہت بڑا دخل ہوتا ہے۔ چونکہ ملک میں قانون کی پرواہ اب کس کو رہ گئی ہے! کوئی پکڑ دھکڑ نہیں' کوئی جواب طلبی نہیں' چار سو رشوت کا بازار گرم ہے۔ پھر یہ کہ اکثر ٹرانسپورٹ کے اصل مالکان پولیس والے ہیں اور اکثر پولیس پنجاب کی ہے۔ لہٰذا حادثہ کے ذمہ دار کو سزا نہیں ملتی۔ چنانچہ محض ان ٹریفک کے حادثات کی وجہ سے جو کھچاؤ اور تناؤ (FRICTION) پیدا ہوا! اسے بیرونی طاقتوں کی طرف سے 'EXPLOIT' کیا گیا ــــــــــ اب یہ صورت حال اردو بولنے والوں اور پشتو بولنے والوں کے مابین نفرت اور پھر تصادم کا سبب بن

گئی ہے۔ میں نے بار بار کہا ہے کہ سات آٹھ ماہ قبل ایک خوفناک انداز میں اس تصادم کا جو آغاز ہوا تھا وہ صرف اندرونی معاملہ نہیں تھا اس میں یقیناً بیرونی قوتوں کا ہاتھ تھا وہ بیرونی تخریب کاری تھی۔ جس طریقے سے وہاں فائرنگ ہوئی ہے۔ اور جس طرح وہاں لوگ قتل کئے گئے ہیں جگہ جگہ آگ لگائی گئی 'لوگوں کو زندہ جلایا گیا ہے۔ پھر معصوم ننھے منے بچوں کو اٹھا اٹھا کر بہیمانہ طور پر آگ میں جھونکا گیا ہے۔ یہ اندرونی معاملہ نہیں ہو سکتا۔ یہ پاکستان کا لوکل پٹھان اس بے رحمی ار درندگی کا مظاہرہ کر سکتا ہے نہ اس قسم کی بربریت کی حرکت کراچی میں بسنے والے مہاجرین کر سکتے ہیں۔ میری یہ رائے اس تصادم کے آغاز کے بارے میں ہے 'لیکن اس کے بعد جو کچھ ہوا ہے اور مسلسل ہو رہا ہے وہ جواب آں غزل اور عمل اور اس کا رد عمل اور پھر اس ردِّ عمل کے جوابی رد عمل کا شاخسانہ ہیں۔ ظاہر بات ہے کہ تصادم کا آغاز جس وحشیانہ انداز میں ہوا اور عرصہ سے نفرتوں کے جو بیج بوئے جا رہے تھے اب ان کو بروئے کار آنے کا پورا موقع مل رہا ہے۔

صورت حال کا تجزیہ

یہ ہیں ملک میں بدامنی 'سبوتاژ اور تخریب کاری کے سب سے بڑے اور اہم مظاہر۔ اس میں افغان اور روسی لابی (LOBBY) نمایاں طور پر سرگرم عمل ہے۔ انہوں نے فی الوقت شمال بعید اور جنوب بعید کو اپنا اہم ترین ٹارگٹ بنایا ہوا ہے۔ بھارت کی زیادہ تر توجہات بھی انہی اطراف کی طرف مرکوز ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے دشمنوں کی دشمنی اور اشرار سے بچائے۔ میں نے چاہا کہ موجودہ صورت حال کو میں نے جس طور پر سمجھا ہے اسے آپ کے سامنے رکھ دوں۔ میری سوچ کا تانا بانا چونکہ قرآن مجید ہی پر مبنی ہے۔ لہٰذا جب بھی کوئی تشویش ناک صورتحال سامنے آتی ہے 'غیر شعوری طور پر کہیں نہ کہیں سے قرآن مجید کے الفاظ اس طریقہ سے ابھر کر میرے ذہن کی سطح پر آجاتے ہیں اور یوں محسوس ہوتا ہے کہ ؏

"جا ایں جا است"

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ بات تو بالکل اس صورت حال کے لئے فرمائی گئی ہے۔ "اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا نَاْتِی الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا ـ ط" اور "اَفَلَا يَرَوْنَ اَنَّا نَاْتِی الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَاط" قرآن مجید کے دو مقامات پر وارد شدہ ان الفاظ مبارکہ پر غور کر

لیجئے اور جائزہ لے لیجئے کہ ہماری شامت اعمال اور اللہ سے عہد شکنی کی پاداش میں جس پر مجھے آگے کچھ عرض کرنا ہے۔ دشمنوں کی طرف سے کس طرح ہمارا گھیراؤ ہو رہا ہے اور کس طرح ان کی سازشوں کی وجہ سے ہمارا ملک اندرونی طور پر ہولناک تخریب کاریوں کی زد میں ہے!!

امریکہ کا رویہ۔

اس تناظر میں امریکہ کے رویے اور طرز عمل پر ایک اور زاویے سے بھی غور کر لیجئے۔ اس کی طے شدہ اور اعلان کردہ پالیسی ہے کہ وہ بھارت کی طرف س جارحیت کی صورت میں ہماری کوئی مدد نہیں کرے گا بلکہ وہ بھارت کو بارہا یقین دہانی کروا چکا ہے کہ اس نے ہماری موجودہ حکومت سے یہ مفاہمت کی ہوئی ہے کہ امریکہ کا اسلحہ کبھی بھارت کے خلاف استعمال نہیں ہو گا' وہ پاکستان کو روس اور افغانستان کی جارحیت سے بچانے کے لئے اسلحہ دے رہا ہے۔ یہ امریکہ کی طے شدہ اور واضح پالیسی ہے۔ اس پر اسے الزام دینا بے سود ہے۔ ہمیں سوچنا چاہئے کہ کہ ہم اس کے باوجود اس کی جھولی کے اندر ہیں تو یہ ہماری حماقت ہے اور ہماری خارجہ پالیسی کے نقص اور کمزور ہونے کی علامت ہے۔ فی الوقت وہی صورت حال نظر آ رہی ہے جو چند سال قبل مسٹر کسنجر کی آمد کے بعد نظر آتی تھی۔ مسٹر آرماکوس کی اس وقت پاکستان آمد اور پاکستان کی امداد روک دینے کے سلسلہ میں امریکہ اور پاکستان کے مابین کشیدگی کا پیدا ہونا خاصی تشویش ناک صورت حال ہے جو کسی وقت بھی خوفناک 'TURN' لے سکتی ہے۔ وہ خوفناک تبدیلی کیا آ سکتی ہے! اسے بھی سمجھنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ ماضی گواہ
سکتی ہے۔ وہ خوفناک تبدیلی کیا آ سکتی ہے! اسے بھی سمجھنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ ماضی گواہ
ہے کہ سپر پاورز کے مابین بین الاقوامی حالات کے مطابق "سودا" طے ہو جایا کرتا ہے۔ چھوٹے ممالک جو ان کے رحم و کرم پر ہوتے ہیں۔ انہیں کرنسی کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے مفادات کی بساط پر چھوٹی طاقتیں مہروں کے طور پر استعمال ہوا کرتی ہیں۔ یہ چھوٹی طاقتیں اس خوش فہمی میں رہتی ہیں کہ فلاں سپر پاور ہماری دوست ہے اور فلاں ہماری ساتھی ہے۔ ٦٧ء میں ہمارے مصری بھائی سبق سیکھ چکے ہیں کہ روس در حقیقت ہمارا ساتھی نہیں ہے' اس نے عین آڑے وقت میں ساتھ چھوڑ دیا تھا۔ ہمارے ساتھ یہی معاملہ امریکہ ٦۵ء اور ۷١ء میں کر

چکا ہے اور اس وقت محسوس ایسا ہوتا ہے کہ جس تیزی کے ساتھ خلیج کے حالات جو رنگ اختیار کر رہے ہیں اس میں امریکہ بہت پیش قدمی دکھا رہا ہے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ امریکہ اور روس کے مابین کوئی مفاہمت (UNDERSTANDING) ہو چکی ہے' اندرون خانہ کوئی "یالٹا کانفرنس" ہو چکی ہے۔ درون خانہ کوئی بندر بانٹ عمل میں آچکی ہے واللہ اعلم۔ ہم یقین سے کچھ کہہ نہیں سکتے لیکن حالات کا رخ یہ بتا رہا ہے کہ شاید امریکہ نے خلیج کے علاقے میں اپنے مفادات کے تحفظ کے پیش نظر افغانستان میں روس کی بالادستی کو قبول کر لیا ہے۔ اسی لئے امریکہ نے پاکستان پر بھارت کی طرف سے لگائے ہوئے اس الزام کی آڑ لے کر کہ پاکستان آئٹم بم بنا رہا ہے پاکستان کو ملنے والی امداد کے سلسلہ کو معطل کر دیا ہے۔ حالانکہ یہ الزام کوئی نیا الزام نہیں ہے تین چار سال سے مسلسل لگایا جا رہا ہے۔ اگر اس میں کچھ صداقت ہے تو کیا امریکہ جیسے ملک کو یہ بات پہلے سے معلوم نہیں تھی اور اگر اس میں کوئی صداقت نہیں ہے تو کیا وہ امریکہ کے علم سے خارج بات ہو گی! صاف ظاہر ہے کہ یہ محض حیلہ جوئی اور بہانہ سازی ہے کہ پاکستان اپنے پلانٹس (PLANTS) کو معائنۂ عام کے لئے کھول دے۔ یہ سب کچھ محض دکھاوے کے لئے کیا جا رہا ہے اور اپنی پالیسی میں جو تبدیلی (TURN) لانی مقصود ہے اس کے لئے وجہ جواز فراہم کرنے کے لئے یہ ڈرامہ کھیلا جا رہا ہے ورنہ اگر اس الزام میں کوئی حقیقت ہے تو وہ نہ اس سے پہلے امریکہ سے پوشیدہ ہو گی اور نہ آج ہو سکتی ہے۔ ہمارے اندرونی حالات کے متعلق امریکہ جتنا جانتا ہے اس کا عشر عشیر بھی پاکستانی عوام نہیں جانتے...... صاف ظاہر ہے کہ پاکستان یک طرفہ طور پر اپنے PLANTS کے معائنہ عام کو کیسے گوارا کرے گا! آخر بھارت سے مطالبہ کیوں نہیں کیا جاتا کہ وہ بھی اپنے پلانٹس کو معائنہ کے لئے کھول دے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اندرونی طور پر امریکہ اور روس کے مابین جو خفیہ مفاہمت ہو چکی ہے یہ اسی کا مظہر ہے واللہ اعلم۔ اسی طرح خلیج میں جس طرح امریکہ کی چیرہ دستیاں بڑھ رہی ہیں اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ روس کی طرف سے اس کے پاس کوئی نہ کوئی ضمانت موجود ہے کہ وہ اس میں کوئی دخل اندازی نہیں کرے گا اور ظاہر بات ہے کہ روس یہ ضمانت کسی معاوضے کے بغیر دینے والا نہیں ہے۔ کوئی بھی اپنے مفادات کے تحفظ کے بغیر ضمانت نہیں دیتا روس کو ہم کیا دوش دیں......!

اندرونِ ملک حالات کی سنگینی

داخلی تشویش ناک صورت حال کے اعتبار سے اس وقت صرف دو چیزوں کی طرف اشارہ کروں گا۔ ویسے میں ان مسائل پر بڑی تفصیل سے اپنی دو کتابوں "استحکام پاکستان" اور "استحکام پاکستان اور مسئلہ سندھ" میں حالات کا تجزیہ پیش کر چکا ہوں۔ میں فی الوقت دو اہم باتوں کی طرف آپ حضرات کو متوجہ کرنا چاہتا ہوں۔

نظریہ پاکستان میں ضعف

پہلی بات یہ ہے کہ مسلم قومیت کا وہ تصور جو پاکستان کے وجود میں آنے کی بنیاد' یا سبب بنا تھا آج وہ تصور پاکستان میں جس حال کو پہنچ چکا ہے وہ اظہر من الشمس ہے عصبیتوں کے بہت سے طوفان اٹھ چکے ہیں۔ پہلے کبھی اس عصبیت کا فتنہ پختونستان کے نعرے کی صورت میں صوبہ سرحد میں سر اٹھاتا تھا۔ پھر اس فتنے نے بلوچستان میں عظیم تر بلوچستان' (GREATER BALUCHISTAN) کے خواب کے حوالے سے سر اٹھایا۔ لیکن اب ایک آتش فشاں پہاڑ کی مانند عصبیت کے اس فتنے اور عفریت کا سب سے بڑا مرکز صوبہ سندھ بن چکا ہے۔ اس وقت ہمارے لئے اندیشہ کی سب سے بڑی جگہ صوبہ سندھ ہے۔ وہاں عصبیتیں جس تیزی کے ساتھ پروان چڑھی ہیں کہ شاید و باید...... میں نے اپنی کتاب "استحکام پاکستان" میں پروفیسر مرزا محمد منور صاحب کی فارسی کی ایک نظم کے چند اشعار نقل کئے ہیں۔ اس کا آخری مصرع میرے شعور میں پیوست ہے؟

ع کہ راہوارِ یقینِ ما بصحرائے گماں گم شد

وہ یقین کی کیفیت جس کے ساتھ امید ہوتی ہے' ولولے اور امنگیں ہوتی ہیں وہ اب گمان و تخمین کے صحرا میں گم ہو کر رہ گئی ہے۔ پاکستان جب بنا تھا تو کتنا جوش و ولولہ تھا۔ عوامی سطح پر ایک طرف یہ جذبہ تھا کہ دہلی کے لال قلعہ پر ہمارا جھنڈا جلد لہرائے گا۔ دوسری طرف عوامی سطح پر یہ جذبہ بھی موجزن تھا کہ ہم سارے تعیشات تج دیں گے سارے عیش و آرام چھوڑ دیں گے۔ ہم محنت کریں گے بڑی سادگی اختیار کریں گے۔ دیانت و شرافت کے ساتھ رہیں گے۔ ملک کو مستحکم بنائیں گے...... پاکستان کے قیام میں یہ جذبہ بھی تھا کہ یہ ملک

'PAN- ISLAMISM' یعنی اسلامی ممالک کے وسیع تر اتحاد کا پیش خیمہ بنے گا۔
آج کے اس اجتماع میں یقیناً چند ایسے لوگ بھی ہوں گے جن کو یاد ہو گا کہ گاندھی جی نے کس طرح قائد اعظم سے ہکلاتے ہوئے پوچھا تھا کہ "آپ کے پاکستان کا مطلب 'PAN--ISLAMISM' تو نہیں ہے نا" ...... اس لئے کہ یہ ہندوؤں کے لئے کابوس تھا کہ مسلمان صرف ہندوستان ہی میں نہیں ہیں۔ مسلمان تو ایک بہت بڑی عالمی برادری ہے جو کرۂ ارض کے ایک وسیع رقبے پر پھیلی ہوئی ہے۔ کہاں انڈونیشیا اور ملائیشیا اور کہاں موریطانیہ...... ! مسلم ممالک کا ایک مسلسل سلسلہ ہے اس لئے کہ درمیان میں جو علاقے آ جاتے ہیں ان میں جہاں مسلمان اقلیت میں بھی ہیں تو وہ اقلیت نظر انداز کی جانے والی اقلیت نہیں ہے۔ آج بھارت میں کم و بیش پندرہ کروڑ مسلمان ہیں۔ چند دن قبل جب میں بیرون ملک دورے پر تھا تو وہاں مجھے بھارت کے دو مسلمانوں سے گفتگو کا موقع ملا۔ ایک دانشوروں میں شمار ہوتے ہیں اور ایک سیاسی شخصیتوں میں۔ ایک کا تعلق بہار سے اور دوسرے کا تعلق یوپی سے ہے۔ دونوں کانگریس آئی سے منسلک ہیں اس کانگریس سے جس کی بانی و مبانی اندرا گاندھی تھیں ان دونوں کا کہنا یہ تھا کہ بھارت میں پندرہ کروڑ نہیں بلکہ اٹھارہ کروڑ مسلمان ہیں۔ بہرکیف پین اسلامزم ہندو کے لئے سب سے بڑا ہوا تھا۔ بھارت چونکہ شروع ہی سے جنوبی وسطی ایشیا کی سپر پاور بننے کے خواب دیکھ رہا ہے۔ وہ اس علاقے پر بالادستی چاہتا ہے۔ لہٰذا اسے خوب معلوم ہے اس کے اس خواب کے شرمندۂ تعبیر ہونے میں سب سے بڑی رکاوٹ پاکستان ہے۔

اس اعتبار سے غور کیجئے کہ آج ہمارا حال کیا ہے! اب مسلم قومیت کے نعرے میں کوئی جاذبیت نہیں رہی۔ وہ کھوکھلا نظر آنے لگا ہے۔ اندرا گاندھی کا قول میں آپ کو سنا چکا ہوں جو اس نے سقوط مشرقی پاکستان کے بعد کہا تھا کہ ہم نے دو قومی نظریئے اور خاص طور پر مسلم قومیت کے نظریئے کو غلط ثابت کر دیا۔ اندرا گاندھی کی بات کو چھوڑیئے اسے تو یہ کہنا ہی تھا۔ لیکن یاد کیجئے کہ سقوط مشرقی پاکستان کے بعد ڈاکٹر کمال حسین نے جو بنگلہ دیش کے پہلے وزیر خارجہ بنے تھے کہا تھا کہ اگرچہ دنیا کے تمام مسلمان ممالک میں آبادی کے اعتبار سے بنگلہ دیش میں مسلمانوں کی تعداد سب سے زیادہ ہے...... (میں نہیں کہہ سکتا کہ حقیقت کے اعتبار سے ان کا

یہ دعویٰ صحیح تھا یا غلط) اس کے باوجود ہم یہ پسند نہیں کریں گے کہ بنگلہ دیش کو مسلم ملکوں میں شمار کیا جائے۔ انہوں نے صرف پاکستان سے ہاتھ نہیں دھوئے تھے بلکہ کم از کم ڈاکٹر کمال کے قول کی حد تک یا جو لوگ اس وقت بر سر اقتدار تھے ان کی سوچ کی حد تک انہوں نے "مسلم قومیت" سے بھی استعفیٰ دے دیا تھا تاہم مجھے یقین ہے کہ وہاں کے عوام کی عظیم اکثریت کی یہ سوچ ہرگز نہیں ہو سکتی۔

علاقائی عصبیتوں کا عفریت

دوسری بات یہ ہے کہ آج سے قریباً سولہ سترہ سال قبل جو حالات مشرقی پاکستان کے سقوط کا سبب بنے تھے کم و بیش وہی حالات اس وقت کے پاکستان میں نظر آ رہے ہیں۔ علاقائی عصبیتوں کی وجہ سے مسلم قومیت کے قلعہ میں روز بروز نئے نئے شگاف پیدا ہو رہے ہیں۔ علاقائی عصبیتوں کے عفریت کی گرفت روز بروز مضبوط سے مضبوط ہوتی نظر آ رہی ہے ہم عرصے سے جی ایم سید کی ہرزہ سرائی پر ماتم کناں تھے کہ وہ کھلم کھلا کہہ رہے تھے کہ ہمارا قومی ہیرو راجہ داہر ہے۔ محمد بن قاسم رحمتہ اللہ علیہ کو انہوں نے ڈاکو اور لٹیرا قرار دیا تھا۔ اور صرف زبانی کلامی نہیں بلکہ ان کے لٹریچر میں جا بجا یہ باتیں کہی گئی ہیں اور یہ لٹریچر بہت بڑے پیمانے اور منظم طور پر قدیم سندھیوں کی نئی نسل میں پھیلایا جا رہا ہے۔ اس میں صرف سندھی قومیت ہی کا پرچار نہیں ہے بلکہ اسلام پر بھی بڑے ظالمانہ انداز سے حملے کئے جا رہے ہیں۔ لیکن اب نوبت یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ پنجاب میں بھی ایک شخص کو یہ کہنے کی جرات ہوئی کہ "ہمارا اصل ہیرو رنجیت سنگھ ہے۔ اور محمود غزنوی سے لے کر احمد شاہ ابدالی تک سب لٹیرے تھے"۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ع

"اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے"

ہماری بے حسی

تینتیس پینتیس ۳۵ سال سے سندھ میں موجود پاکستان ہی میں اسلام دشمن عناصر جس طرح کی فکری گمراہیوں کا پرچار کرتے آ رہے ہیں وہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں ہے۔ لیکن ہماری بے حسی کا عالم یہ ہے کہ نہ ہمارے اخبارات و رسائل نے اس ہرزہ سرائی کا کوئی نوٹس لیا اور نہ کسی بھی دور کے بر سر اقتدار طبقے نے۔ بلکہ اس دوسرے طویل ترین مارشل لاء کے دور میں تو جی ایم

سید کی خوب پذیرائی ہوئی۔ اس طرح ان کو اپنے پاکستان اور اسلام دشمن نظریات کے پرچار کی کھلی چھٹی مل گئی۔ اور نوبت بہ ایں جا رسید کہ اب ان پر ہاتھ ڈالنا' ان پر مقدمہ چلانا کوہ ہمالیہ کی کسی چوٹی کو سر کرنے سے زیادہ جان جوکھوں کا معاملہ بن گیا ہے۔ حکومت ان کے خلاف کوئی اقدام کرنے سے انتہائی خوف زدہ ہے۔ اسے یہ خطرہ اور اندیشہ لاحق ہے کہ ایسے کسی اقدام سے سندھ میں بدامنی کا ایسا خوفناک آتش فشاں پھٹ سکتا ہے۔ جو کسی وقت بھی خانہ جنگی کی صورت اختیار کر سکتا ہے جس کے باعث بھارت کو فوجی مداخلت کا بہانہ ہاتھ آ سکتا ہے۔ ان تمام باتوں کو جو حضرات تفصیل سے سمجھنا چاہیں ان کو میں مشورہ دوں گا کہ وہ میری کتاب "استحکام پاکستان اور مسئلہ سندھ" کا مطالعہ کریں۔ میرے تجزیوں میں کوئی غلطی پائیں تو مجھے دلائل کے ساتھ مطلع کریں۔ ایسے حضرات مجھے اپنی رائے اور تجزیوں پر نظرثانی کے لئے ہر وقت آمادہ پائیں گے انشاء اللہ العزیز۔

سندھ کی صورت حال۔ پیچ در پیچ خرابیاں

کراچی میں ۸۰ء کے قریباً وسط میں جو حالات رونما ہوئے تھے ان پر مجھے جو شدید صدمہ ہوا تھا' اسے میرا دل جانتا ہے اور میرا اللہ جانتا ہے۔ میں آپ کو بتا دوں کہ اب کراچی کے معاملات بڑے دگرگوں ہو چکے ہیں مسائل اتنے پیچ در پیچ ہیں کہ جیسے ایک پیچ (SCREW) ہوتا ہے جو ہر حرکت کے ساتھ آگے بڑھتا ہے اس لئے کہ اس میں چکر کھانے کی صلاحیت ہے۔ آپ اسے ذرا دبائیں گے تو وہ آگے بڑھے گا۔ وہ اسی 'SPIRAL' کے ذریعہ سے اندر گھستا چلا جاتا ہے۔ اسی طریقہ سے آپ نے 'VICIOUS CIRCLE' کی اصطلاح سنی ہو گی۔ جس کا مفہوم ہے ایک چیز کا دائرہ میں گھومنا گردش کرنا۔ ایک خرابی دوسری خرابی کو جنم دیتی ہے۔ پھر وہ خرابی مزید خرابی کو پیدا کرتی چلی جاتی ہے یا پھر پہلی خرابی ہی کو اور شدید بنا دیتی ہے۔ **یہ کیفیت اگر آپ کو دیکھنی ہے تو سندھ، خاص طور پر کراچی کے حالات کو دیکھ لیجئے اور ان کا تجزیہ کر لیجئے۔**

اس کی دو مثالیں آپ کو دے دوں میں نے قریباً دو سال پہلے جب اندرون سندھ کچھ علاقوں کا دورہ کیا تھا تو میری گھوٹکی میں ایک صاحب سے ملاقات ہوئی جن کا نام ماسٹر اللہ رکھا ہے۔

معمر ہیں ' سفید ریش ہیں۔ تحریک پاکستان کے بڑے پرجوش اور فعال کارکن رہے ہیں۔ اب ایسے بہت سے لوگ مایوس ہو کر کونے کھدروں میں بیٹھ گئے ہیں۔ اب انہیں تمغوں کا لالچ دے کر ڈھونڈنے کی کوشش کی جارہی ہے۔ لیکن ظاہر بات ہے کہ کوئی بھی مخلص آدمی تمغوں کے لالچ میں آگے آنا پسند نہیں کرے گا۔ وہ لوگ تو مایوس ہو کر گوشہ نشین ہو گئے ایسے لوگوں کو تلاش کرنے کے لئے کسی دوسرے مؤثر ذریعہ کی ضرورت ہے۔ بہرحال یہ بات برسبیل تذکرہ درمیان میں آگئی۔ ذکر ہو رہا تھا ماسٹر اللہ رکھا صاحب کا۔ جو قدیم سندھی ہیں۔ انہوں نے ایک بات مجھے بتائی جس سے اس نوع کے دائرے (VICIOUS CIRCLE) کا تصور میرے سامنے آیا۔ انہوں نے بتایا کہ ڈھرکی میں ایک بہت بڑا کھاد بنانے کا کارخانہ لگا۔ جس میں اغلباً سعودی عرب کا بھی سرمایہ ہے۔ اس کارخانہ میں تمام مزدور (LABOUR) مقامی سندھیوں میں سے لئے گئے۔ لیکن پھر وہاں ٹریڈ یونینز کی کارروائی شروع ہوئی اور اس نے جلد ہی سندھی اور غیر سندھی کی کشمکش کا رخ اختیار کر لیا اس لئے کہ انتظامی سطح پر زیادہ تر نئے سندھی (مہاجرین) اور پنجاب کے لوگ تھے۔ سندھی مزدوروں نے ہڑتال کر دی اور کارخانہ بند ہو گیا۔ کارخانہ میں بہت بڑی سرمایہ کاری کی ہوئی تھی ' جس میں کافی حصہ بیرونی سرمایہ کا شامل ہے۔ انتظامیہ کو کارخانہ چلانے کے لئے مجبوراً یہ کرنا پڑا کہ انہوں نے پنجاب سے لیبر بلالی۔ اس کے نتیجہ میں وہاں جو سندھی نیشنلسٹ تھے انہوں نے اس کو بطور دلیل خوب استعمال (EXPLOIT) کیا کہ دیکھو ان لوگوں کا حال یہ ہے کہ یہ کارخانہ سندھ میں لگاتے ہیں تو ان کے لئے مزدور بھی پنجاب سے لے کر آتے ہیں۔ یہ روز روشن والی حقیقت ہے۔ اب اس کی نفی کون کرے گا! کہا جائے گا کہ کارخانہ میں جا کر دیکھ لو کہ کون لوگ کام کر رہے ہیں ؟ کیا مقامی سندھی کر رہے ہیں یا پنجابی مزدور لگے ہوئے ہیں! کس کو غرض پڑی ہے کہ وہ صحیح حالات معلوم کرے۔ اس نوع کے واقعات کو نفرتیں پیدا کرنے کے لئے ' EXPLOIT ' کیا گیا اور اس طرح عصبیتوں کے عفریت نے جب سر اٹھایا تو اس کے نتیجہ میں ایک خرابی کے بعد دوسری اور دوسری کے بعد تیسری خرابی پروان چڑھتی چلی جارہی ہے۔

دوسری مثال کراچی کی ہے یاد کیجئے وہاں قریباً ایک ڈیڑھ ماہ قبل کیا ہوا تھا! جس کے نتیجہ میں

وہاں کے حالات روز بروز بگڑتے چلے گئے اور تا حال قابو میں نہیں آتے ہیں۔ کراچی کے قریباً نصف حصہ پر کرفیو نافذ ہے۔ شہری زندگی مفلوج ہو کر رہ گئی ہے۔ کروڑوں روپے کے کاروبار کا روزانہ نقصان ہو رہا ہے۔ اس خوفناک صورت حال کی ابتداء کے متعلق آپ نے اخبارات میں پڑھا ہو گا۔ لیکن اخباروں میں پوری تفصیل نہیں آتی۔ اس بگاڑ کی شروعات کے متعلق میرے علم کی حد تک یہ بات ہے۔ کہ وہاں کی ایک گنجان اور اہم بستی کی مقامی آبادی اور پولیس کے مابین تصادم سے صورت بگڑی۔ یہ بھی خبریں ملی ہیں کہ پولیس نے لوٹ مار کی اور اس نے بڑی بے دردی کے ساتھ فائرنگ کی اور لوگوں کو قتل کیا۔ یہ بات وہاں کے لوگ برملا بیان کر رہے ہیں۔ اس میں کتنی صداقت ہے اور کتنی نہیں واللہ اعلم۔ لیکن یہ اپنی جگہ حقیقت ہے کہ کراچی کی پولیس میں پنجابیوں کی تعداد زیادہ ہے۔ لہٰذا ہو کیا رہا ہے! فرض کیجئے کہیں کوئی سیاسی مظاہرہ یا کوئی ہنگامہ ہوتا ہے اور پولیس اس پر قابو پانے اور اسے فرو کرنے کے لئے وہاں پہنچتی ہے۔ اب اس مجمع کے اندر کچھ تخریب کار بھی موجود ہیں۔ انہوں نے نشانہ لیا اور دو چار پولیس والے مار دیئے حالانکہ وہاں پولیس آئی تھی نظم و نسق کو بحال رکھنے کے لئے۔ لیکن جب مجمع میں سے ان چند مخصوص تخریب کاروں نے جن کا مقصد ہی عوام اور پولیس میں تصادم کرانا تھا پولیس کے خلاف اقدام کیا اور فائرنگ کھول دی تو ظاہر بات ہے کہ اس کا نتیجہ پولیس کی طرف سے ردِ عمل کی صورت میں ظاہر ہو گا اور پھر ردِ عمل کا ایک لامتناہی سلسلہ شروع ہو جائے گا اور یہ ہنگامے عوام VERSES (بمقابلہ) پولیس رخ اختیار کر لیں گے۔ اور چونکہ جیسا کہ واقعہ ہے کہ پولیس میں زیادہ نفری پنجابیوں کی ہے اور عوام کی اکثریت مہاجرین پر مشتمل ہے لہٰذا بڑی عیاری سے تخریبی عناصر کی جانب سے پنجابی مہاجر تصادم کا رنگ دے دیا جاتا ہے۔ چنانچہ فی الوقت کراچی میں صورت حال یہ بن گئی ہے کہ وہاں کی مہاجر آبادی کی عظیم اکثریت کی نفرتوں اور عصبیتوں کا رخ بڑی چالاکی سے پنجابیوں کے خلاف موڑ دیا گیا ہے۔

پھر اندرون سندھ ان پنجابی آباد کاروں کے خلاف قریباً تیس سال سے تحریک موجود ہے۔ جنہوں نے وہاں محنت سے ان بنجر زمینوں کو زرخیز بنایا۔ جن کے لئے مختلف ڈیموں کے ذریعہ سے پانی فراہم کرنے کا انتظام ہوا۔ ان زمینوں کی تقسیم میں یقیناً کچھ ناانصافی ہوئی ہے اس کے

ذمہ دار وقت کے حکمران رہے ہیں لیکن اس کو باقاعدہ پنجاب کے خلاف مقدمہ بنا کر پنجابیوں کو ہی نفرتوں اور عصبیتوں کا ہدف بنالیا گیا ہے اس سلسلہ میں حال ہی میں قتل کے چند واقعات بھی ہوئے ہیں 'اس کے اثرات اندر ہی اندر سلگ رہے ہیں۔

صورت حال کی تشخیص

اس نہایت تشویش ناک صورت حال کی تشخیص کیجئے تو اسے دینوی نقطہ نظر سے ان بے تدبیریوں کا نتیجہ قرار دیا جائے گا جو ہر دور کی وفاقی اور صوبائی حکومتوں سے سرزد ہوئی تھیں لیکن اگر اس کی تشخیص قرآن مجید کی روشنی میں کی جائے اور آپ میرا معاملہ تو جانتے ہیں کہ میرا رہنماء میرا رہبر تو قرآن مجید ہی ہے۔ قرآن مجید سے تشخیص کیجئے تو یہ دراصل اس وعدے کی خلاف ورزی کی سزا ہے جو ہم نے اجتماعی طور پر اللہ سے کیا تھا۔ قرآن مجید میں اللہ کا یہ قانونی بیان ہوا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ اللہ کا ہر قانون اٹل ہے۔ سورہ توبہ میں صراحت سے آیا ہے کہ وَ مِنۡهُمۡ مَّنۡ عٰهَدَ اللّٰهَ لَئِنۡ اٰتٰنَا مِنۡ فَضۡلِهٖ لَنَصَّدَّقَنَّ وَلَنَكُوۡنَنَّ مِنَ الصّٰلِحِيۡنَ ○ "مسلمانوں میں سے کچھ لوگ تھے جنہوں نے اللہ سے وعدہ کیا تھا کہ اگر اللہ ہمیں اپنے فضل سے نوازے گا۔ ہمیں غنی کر دے گا' ہمیں دولت مند کر دے گا تو ہم لازماً صدقہ کریں گے' خیرات کریں گے اور ہم بڑے نیکو کار اور صالح بن جائیں گے۔ ' آگے ارشاد ہوتا ہے۔ فَلَمَّاۤ اٰتٰهُمۡ مِّنۡ فَضۡلِهٖ بَخِلُوۡا بِهٖ وَتَوَلَّوْا وَّ هُمۡ مُّعۡرِضُوۡنَ اور جب اللہ نے ان کو اپنے فضل سے عطا کیا' ان کو غنی کر دیا۔ تو وہ بخل پر اتر آئے۔ اب اس مال و دولت کو جو اللہ نے اپنے فضل خاص سے ان کو عطا کی تھی سینت سینت کر اور سنبھال سنبھال کر رکھ رہے ہیں اور اپنے عہد سے ایسے پھرے کہ انہیں اس کی پرواہ تک نہیں ہے۔ پس اس وعدہ خلافی اور عہد شکنی کی وجہ سے جو انہوں نے اللہ سے کی اور اس جھوٹ کی وجہ سے وہ بولتے رہے اللہ کی طرف سے اس کو یہ سزا ملی کہ ان کے دلوں میں یوم القیامہ تک کے لئے نفاق ڈال دیا گیا۔ فَاَعۡقَبَهُمۡ نِفَاقًا فِىۡ قُلُوۡبِهِمۡ اِلٰى يَوۡمِ يَلۡقَوۡنَهٗ بِمَاۤ اَخۡلَفُوا اللّٰهَ مَا وَعَدُوۡهُ وَبِمَا كَانُوۡا يَكۡذِبُوۡنَ ○ "...... آخرت میں منافقین کو جو سزا ملے گی آپ کو معلوم ہے کہ وہ یہ ہے کہ اِنَّ الۡمُنٰفِقِيۡنَ فِى الدَّرۡكِ الۡاَسۡفَلِ مِنَ النَّارِ ...... منافق تو آگ کے سب سے نچلے طبقے میں ہوں گے۔ لیکن دنیا میں ان کو یہ سزا ملی

کہ نفاق ان کے دلوں میں پیدا کر دیا گیا

عہد شکنی کی سزا

معلوم ہوا کہ اللہ سے کیے گئے وعدے کی خلاف ورزی ' عہد شکنی اور کذب بیانی پر اس دنیا میں نقد سزا یہ ملتی ہے کہ پھر ایسے لوگوں کے دلوں میں نفاق پیدا کر دیا جاتا ہے۔ یہ نفاق ہے جو ہمارے یہاں دو صورتوں میں ظاہر ہوا۔ ایک اخلاق کا دیوالیہ پن ' جو پوری شدت سے ہماری قوم پر مسلط ہے۔ ہمارے بنیادی اخلاق کا سرمایہ تباہ ہو گیا ہے۔ دیانت ' شرافت ' امانت ' صداقت کی اقدار کا جنازہ نکل چکا۔ رشوت کا معاملہ یہ ہو چکا ہے کہ پہلے صرف کمتر اور نیچے کے طبقے کے اہل کار لیا کرتے تھے۔ اب ایک بہت بڑے کاروبار کی شکل میں رشوتوں کے سودے ہوتے ہیں ' حتیٰ کہ وہ لوگ جو حکومت کے اعلیٰ ترین مناصب پر بطور ملازم فائز ہیں اور بعض وہ لوگ جن کا شمار ملک کی نہایت ممتاز اور نمایاں سیاسی شخصیتوں میں ہوتا ہے کروڑوں روپے کی رشوت کے لین دین میں ملوث پائے گئے ہیں۔ ملک کے اخبارات و جرائد میں بھی تذکرے آئے دن شائع ہوتے رہتے ہیں۔ مجھ سے زیادہ تو ان چیزوں سے وہ لوگ واقف ہوں گے جو باقاعدگی سے اخبار و جرائد کا مطالعہ کرتے رہتے ہیں۔ وہ حضرات اس بات کو خوب جانتے ہیں چونکہ بہت سے واقعات کے تو بڑے ممتاز لوگوں کے ناموں کے ساتھ اخبارات و رسائل میں تذکرے آئے ہیں۔ کم از کم ایک واقعہ کا ذکر کر دیتا ہوں۔ آپ کو معلوم ہے کہ کراچی میں ہیروئن اور اسمگل شدہ نہایت مہلک ہتھیاروں پر قبضہ کرنے کے لئے سہراب گوٹھ پر آپریشن ہوا تھا تو اس کے متعلق بعد میں اخبارات نے صاف صاف طور پر لکھا تھا کہ اس آپریشن کے پورے منصوبے کا علم حکومت سندھ کے صرف چار ذمہ دار ترین اشخاص کو تھا۔ لیکن اس منصوبے کی تفصیلات وہاں ناجائز کاروبار کرنے والوں کو پہلے سے معلوم ہو گئی تھیں۔ چنانچہ انہوں نے نہایت تیزی کے ساتھ غیر قانونی مال کا بہت کثیر حصہ وہاں سے منتقل کر دیا تھا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ آپریشن بری طرح ناکام ہوا۔ اس راز سے آج تک پردہ نہیں اٹھ سکا کہ مخبری کرنے والا کون تھا! حالانکہ وہ ان چار ذمہ داروں میں سے کوئی ایک ہی ہو سکتا ہے۔ کراچی میں یہ بات زبان زد عام ہے کہ کروڑوں کی رشوت لے کر اس ناجائز کاروبار کے کرتا دھرتا ' لوگوں نے مہاجرین کی بستیوں پر جو قیامت صغریٰ ڈھائی اس کے بھیانک واقعات سن کر سخت سے سخت دل سے بھی خون کے آنسو بہہ نکلے۔ یہ ہمارے اخلاق کا حال ہے جو ہمارے

لئے انتہائی تباہ کن ہے۔ کسی قوم کے زندہ رہنے کے لئے وہ چاہے کافر ہو چاہے مسلم' بنیادی انسانی اخلاق کا کچھ نہ کچھ سرمایہ لازم ہے۔ یہ نہ ہو تو اس قوم کا سفینہ ڈوب کر رہتا ہے۔ وہ قوم آج نہ ڈوبی تو کل ڈوبے گی اگر اس کے اندر عدل نہیں' انصاف نہیں' اصول پسندی نہیں' انسانی ہمدردی نہیں' حقدار کو حق پہنچانے کا مادہ نہیں' فرض شناسی نہیں' اپنی ذمہ داریوں کو ادا کرنے کا احساس نہیں' تو اس قوم کی کیفیت ریت پر بنائے ہوئے محل کی سی ہے جو ہوا کے ایک معمولی تھپیڑے سے بکھر کر رہ جاتا ہے۔ یہ صورت حال ہے جس سے قومی سطح پر ہم دوچار ہیں۔

دوسری طرف نفاق وافتراق ہے اس سے پوری قوم دوچار ہے۔ اردو میں نفاق کا لفظ باہمی افتراق کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے۔ قومی سطح پر' یہ انتشار' یہ باہمی نفرتیں' یہ کدورتیں' یہ عداوتیں اور خانہ جنگی دراصل عذاب کی وہ صورت ہے جس کا سورہ انعام میں ذکر کیا گیا ہے فرمایا۔ قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلٰٓى اَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ اَوْ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ اَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا وَّ يُذِيْقَ بَعْضَكُمْ بَاْسَ بَعْضٍ ط۔ "اے نبی ان سے کہہ دیجئے کہ اللہ اس پر قادر ہے کہ تم پر تمہارے اوپر سے کوئی عذاب نازل کر دے یا تمہارے قدموں تلے سے کوئی عذاب نکال دے اور یا تمہیں گروہوں میں تقسیم کر دے اور چکھادے تم میں سے بعض کو بعض کی قوت اور لڑائی کا مزا۔" یہاں اللہ تعالٰی نے تین قسموں کے عذاب کا ذکر کیا ہے۔ ایک عذاب اوپر سے آتا ہے۔ یہ اوپر کا عذاب کیا ہے! تیز اور طوفانی آندھیاں' آسمانی بجلی کا گرنا۔ کثرت سے بارشوں کا ہونا۔ یا بارش کا رک جانا اور قحط کی صورتِ حال پیدا ہو جانا وغیرہ وغیرہ۔ اور ایک عذاب وہ ہے جو قدموں تلے سے آتا ہے مثلاً زلزلے' سیلاب' آتش فشاں کا پھٹ جانا۔ سائیکلون یعنی سمندری طوفانوں کا ساحل پر یلغار کرنا وغیرہ وغیرہ۔ اور تیسری قسم کا عذاب وہ ہے جس کی زد میں اس وقت ہم فی الواقع آئے ہوئے ہیں۔ اور اسی عذاب کی طرف سے آپ کی توجہ مبذول کرانے کے لئے میں نے یہ آیت آپ کو سنائی ہے یعنی یہ کہ قوم گروہوں میں تقسیم ہو جائے اور باہم دست و گریبان ہو جائے۔ گروہوں میں تقسیم کی بہت سی سطحیں ہیں۔ یہ مذہبی سطح پر بھی ہو سکتی ہے' فرقہ واریت کی سطح پر بھی یہ تقسیم ہو سکتی ہے۔ یہ گروہی تقسیم' قبائلیت' صوبہ واریت'' نسلیت' لسانیت کی بنیادوں پر بھی ہو سکتی ہے۔ اللہ کی نافرمانیوں کی پاداش میں

ان گروہوں کاایک دوسرے سے متصادم ہو جانااور قوت کا بے دریغ استعمال ہوناعذاب خداوندی کی بدترین شکل ہے۔ اللہ کو نہ اوپر سے اور نہ نیچے سے کسی عذاب کو بھیجنے کی ضرورت ہے۔ مختلف گروہ آپس ہی میں دست و گریبان ہو جائیں۔ یہ عذاب کی وہ صورت ہے جو ہم پر پورے طور پر مسلط ہے۔ اس وقت کراچی 'جو عروس البلاد کہلاتا ہے وہاں امن وسکون تہہ وبالا ہو چکا ہے۔ پورے شہر پر خوف کی کیفیت طاری ہے۔ کسی کو چین میسر نہیں۔ ایک طرف آپس میں مختلف گروہوں میں مسلح اور خونیں تصادم کے واقعات کی بھرمار ہے دوسری طرف بیرونی تخریب کاریوں کا خطرہ مسلط ہے۔ یہ صورت حال ہر محب وطن کے لئے انتہائی تشویش ناک ہے۔

اب ذرا یہ جائزہ بھی لے لیجئے کہ وہ عہد شکنی کون سی تھی جس کے ہم بحیثیت قوم مرتکب ہوئے۔ وہ کیا کفران نعمت تھا جس کا ہم سے صدور ہوا۔

سورہ ابراہیم میں فرمایا گیا۔ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ إِنَّ عَذَابِي لَشَدِيدٌ ○ "اگر تم شکر گزاری کی روش اختیار کروگے تو میں تمہیں مزید نعمتوں سے نوازوں گا لیکن اگر تم نے ناقدری کی تو میرا عذاب بہت سخت ہے۔" اللہ نے ہمیں آزادی دی تھی۔ سلطنت خداداد پاکستان دنیا کی عظیم ترین مسلمان مملکت تھی جو ۱۴ر اگست ۱۹۴۷ء کو معرض وجود میں آئی۔ جو دو بڑے بڑے خطوں پر مشتمل تھی۔ ایک پرامنگ اور ولولوں سے سرشار قوم اس میں آباد تھی۔ جو لوگ منقسم بھارت کے علاقوں سے آئے تھے وہ مستقبل کے بڑے سہانے خواب لے کر آئے تھے کہ پاکستان میں ایک نیا نظام ہو گا۔ وہاں ایک نئی دنیا بسائیں گے۔ بقول قائداعظم مرحوم کہ!

> "ہم عہد حاضر میں پوری دنیا کے لئے اسلام کے اصول حریت واخوت و مساوات کا پاکستان میں ایک نمونہ پیش کرنا چاہتے ہیں۔ ہم اسے روشنی کا مینار (LIGHT HOUSE) بنائیں گے۔ دنیا کی قومیں نظام عدل اجتماعی کی تلاش میں بھٹک رہی ہیں' نئے نئے تجربات کر رہی ہیں اور ٹھوکریں کھا رہی ہیں۔ ہمارے پاس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عطا کردہ وہ امانت ہے جو انسان کے عدل وقسط کے نظام انفرادی واجتماعی کی ضمانت دیتا ہے۔ اب ہم کوشش کریں

گے کہ اس امانت سے خود بھی متمتع ہوں اور دنیا کے سامنے بھی اسے پیش کریں۔"

لیکن اس کے بعد جب ہم نے ناشکری کی' کفران نعمت کی روش اختیار کی' ہم نے حقیر سے دنیاوی عیش و آرام اور ترقی کے عوض اپنے اس عہد کو فراموش کر دیا کہ ہم پاکستان کو اسلام کی نشاۃ ثانیہ کا گہوارہ بنائیں گے۔ قرآن مجید میں آیا ہے کہ۔ وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰیٰتِیْ ثَمَناً قَلِیْلاً۔ "میری آیات کو معمولی قیمت پر نہ بیچو۔" یعنی ان کی صحیح قدر و قیمت کو سمجھو' جانو پہچانو اور ان کا حق ادا کرو۔ اسی طریقہ سے ہم نے آزاد و خود مختار پاکستان جیسی بڑی نعمت کی صرف یہ قیمت لگائی کہ دنیا کی کچھ سہولتیں حاصل کر لیں' کچھ جائیدادیں بنا لیں' کچھ کارخانے اور فیکٹریاں لگالیں۔ دنیوی ترقی ہو جائے۔ ہمارے یہاں چمک دمک نظر آئے۔ دنیوی تعیش سے ہم بھی کچھ شاد کام ہو سکیں گے۔۔ جب ہمارا ہدف اور ہمارا مطلوب (GOAL) اتنا نیچے آگیا' جب ہماری منزل مقصود نگاہوں سے اوجھل ہو گئی تو ہم پر اللہ کا یہ قانون لاگو ہو گیا۔ لَئِنْ کَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِیْ لَشَدِیْدٌ۔ "اگر تم کفران نعمت کرو گے تو پھر میرا عذاب بھی بہت سخت ہے۔"

آج ہم کفران نعمت کی پاداش میں دو طرفہ عذاب خداوندی کے حصار میں ہیں۔ دو طرفہ عذاب کو پھر سمجھ لیجئے۔ میں نے عرض کیا تھا کہ بھارت بھی دو طرفہ یعنی شمال بعید اور جنوب کی جانب سے ہمیں نرغہ میں لینے کے منصوبے بنا رہا ہے اور روس اور افغانستان کی کٹھ پتلی حکومت بھی ہمیں شمال و جنوب سے اپنے گھیرے میں لینے کی تدبیریں کر رہی ہے اسی طرح ہماری بد عہدی' وعدہ خلافی اور ناشکری کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا عذاب بھی ہم پر دو طرفہ آیا ہے۔ ایک وہی جس کا ذکر میں پہلے کر چکا ہوں یعنی اخلاق کا دیوالہ۔ جسے حدیث میں نفاق عملی قرار دیا گیا ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ آیۃ المنافق ثلاثۃ اذا حدث کذب واذا وعد اخلف واذا اؤتمن خان ۔ "منافق کی نشانیاں تین ہیں۔ جب بولے جھوٹ بولے اور جب وعدہ کرے خلاف ورزی کرے اور جب اسے امین بنایا جائے خیانت کرے۔" یہاں تک صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی روایت کے الفاظ ایک ہیں۔ البتہ مسلم شریف کی روایت میں ان الفاظ کا اضافہ ہے کہ۔

وان صلّٰی وَ صَامَ و زعمَ انہ مسلم۔ "چاہے وہ نماز پڑھتا ہو' روزے رکھتا ہو اور اپنے تیئں مسلمان سمجھتا ہو اور پورا یقین رکھتا ہو کہ میں مسلمان ہوں۔" جس میں بھی یہ تین نشانیاں ہیں تو وہ منافق ہے دوسری حدیث حضرت عبداللہ ابن عمرا بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے اور وہ اور بھی لرزا دینے والی ہے۔ یہ بھی متفق علیہ روایت ہے۔ حضورؐ فرماتے ہیں۔ " اربع من کن فیہ کان منا فقا خالصا۔ " چار چیزیں ایسی ہیں کہ اگر کسی شخص میں وہ چاروں پائی جائیں تو وہ خالص منافق ہے۔ " ان میں سے تین تو وہی ہیں جو پہلی حدیث میں آپؐ نے بیان فرمائیں اور چوتھی یہ کہ " اذا خاصم فجر" یعنی کہیں اختلاف ہو جائے تو آپے سے باہر ہو جائے' گالم گلوچ پر اتر آئے' فوراً خنجر اور تلوار نکل آئیں۔ ہمارے یہاں یہی کچھ ہو رہا ہے۔ کہیں کوئی جھگڑا ہوا۔ یا کہیں کسی منی بس سے کوئی حادثہ ہوا تو یہی نہیں کہ صرف اس کو جلا دیا جائے۔ بلکہ جب تک سات آٹھ بسیں' بہت سی موٹر کاریں اور اسکوٹرز نہ جلا دیئے جائیں ٹھنڈک نہیں پڑتی۔ یہ سب کیا ہے! آپے سے باہر ہو جانا' پھٹ پڑنا ہے۔ جذبات کا طوفان اتنی شدت سے اٹھتا ہے کہ آدمی اس کے ہاتھوں کھلونا بن کر رہ جاتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ جس میں یہ چار خصلتیں ہیں وہ خالص اور کٹر منافق ہے۔ اور اگر کسی میں ایک خصلت ہے تو اس کے اندر اسی درجہ میں نفاق موجود ہے' جب تک وہ اپنی اس خصلت و کیفیت سے خود کو پاک نہیں کر لیتا۔ ایک طرف یہ اخلاقی زوال ہے۔ اور یہ جیسا کہ میں عرض کر چکا ہوں وعدہ خلافی اور عہد شکنی کی سزا کے طور پر عذاب خداوندی کی ایک شکل ہے۔

اور اس کفرانِ نعمت کی دوسری سزا' جس کا حوالہ میں پہلے دے چکا ہوں' مختلف نوع کی عصبیتوں اور باہم تصادم کی شکل میں ہم پر مسلط ہے۔ کہ ہم ہی میں سے بعض کے ہاتھ ہیں اور بعض کے گریبان ہیں۔ یہ خون کی ہولی جو کھیلی جا رہی ہے اس کے کردار کون ہیں۔ ہم ہی میں سے کچھ لوگ ہیں جو اپنوں کے خون سے ہاتھ رنگ رہے ہیں۔ مختلف نوعیت کے یہ عذاب ہیں جن کی گرفت میں ہم آئے ہوئے ہیں۔ لیکن مجھے بڑے دکھ کے ساتھ عرض کرنا پڑتا ہے کہ اس خوفناک صورتِ حال کا صحیح صحیح ادراک و شعور نہ ہمارے برسرِاقتدار طبقے کو ہے' نہ دانش وروں کو' نہ اخبارات و جرائد کو حتیٰ کہ نہ ہمارے علمائے کرام کو۔ الا ماشاءاللہ۔ قریباً یہ تمام

طبقے ان معاملات کو محض ہنگامی نوعیت کے واقعات سمجھ رہے ہیں اور کوئی ٹھوس قدم اٹھانے کی بجائے اکثروبیشتر محض وعظ و نصیحت پر مبنی چند بیانات دینے یا فساد زدہ علاقوں میں مختلف انواع کا امدادی سامان پہنچا کر مطمئن ہیں کہ وہ قومی فریضہ انجام دے رہے ہیں۔ حالانکہ ان واقعات و حالات کے اسباب و علل کی جڑیں بہت گہری ہیں۔ جس میں سے اہم ترین سبب کا میں قدرے تفصیل سے ذکر کیا ہے اور وہ ہے اللہ تعالیٰ سے کئے ہوئے اس اجتماعی عہد کی خلاف ورزی کہ۔ "پاکستان کا مطلب کیا۔ لاالٰہ الا اللہ" ہم نے سلطنت خداداد میں اسلامی نظام کے قیام و نفاذ کے لئے پیش قدمی کی بجائے ان چالیس سالوں میں انفرادی و اجتماعی دونوں سطحوں پر پسپائی اختیار کئے رکھی ہے۔ جس کے نتائج ہمارے سامنے ہیں اور قومی سطح پر ہمارا حال یہ ہے کہ فی الواقع، کہ ہم آگ کے گڑھے کے کنارے کھڑے ہیں اور اس میں گرا ہی چاہتے ہیں

صحیح علاج اور کرنے کے اصل کام

سوال یہ ہے کہ اس حولناک، مہیب اور خطرناک صورت حال سے بچنے کی شکل کیا ہے! بچاؤ کا راستہ کون سا ہے!! آپ حضرات نے ہماری تنظیم اسلامی کا کوئی نہ کوئی کتابچہ ضرور دیکھا ہو گا۔ ہم تنظیم اسلامی کی اساسی دعوت کے تعارف کے لئے ایک عبارت استعمال کرتے ہیں وہ ہے۔ "تجدید ایمان۔ توبہ۔ تجدید عہد۔" آج ۱۴ اگست کو یوم استقلال کے ضمن میں اخبارات میں بڑے بڑے لوگوں کے کئی پیغامات آپ حضرات نے پڑھے ہوں گے۔ اس ضمن میں میرا احساس یہ ہے کہ۔

"آج کا دن درحقیقت تجدیدِ عہد کا دن ہے۔"

ہمارے نزدیک تجدید عہد ہی کا نام توبہ ہے، اور یہی تجدید ایمان کی بنیاد ہے۔

آج سب سے اہم ضرورت اس کی ہے کہ ہم قومی سطح پر پھر اپنے یقین کو تازہ کریں۔ پھر اپنے عزم کو تازہ کریں۔ پھر باری تعالیٰ کی جناب میں توبہ کریں۔ پھر پلٹیں۔ پھر رجوع کریں۔ ؎

کبھی بھولی ہوئی منزل بھی یاد آتی ہے راہی کو

کبھی کبھی نسیان اتنا غالب ہو جاتا ہے کہ انسان اعلیٰ وارفع مقاصد سے غافل ہو جاتا ہے۔ لیکن اگر نیند کے ماتے بروقت جاگ جائیں۔ انہیں اپنی غلطیوں کا شعور وادراک ہو جائے' وہ خلوص واخلاص کے ساتھ اللہ کی جناب میں توبہ کریں تو اللہ تعالیٰ غفور اور رحیم ہے۔ سچی توبہ کرنے والوں اور سچے دل کے ساتھ پشیمان ہونے والوں کے لئے اس کی رحمت کا دامن بڑا کشادہ اور وسیع ہے۔ وَاللّٰهُ يَعِدُكُمْ مَغْفِرَةً مِنْهُ وَ فَضْلاً وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ○۔ آپ کو معلوم ہے کہ قرآن مجید میں مذکور ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام کی قوم نے اجتماعی توبہ کی تھی اور اس اجتماعی توبہ کا نتیجہ کیا نکلا! پوری انسانی تاریخ میں پہلی بار یہ ہوا کہ عذاب الٰہی کے آثار شروع ہو چکے تھے لیکن اجتماعی توبہ کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے انہیں مزید مہلت دے دی' عذاب ان سے پھیر دیا گیا۔ یہ بات بھی ہو سکتی ہے۔ اس واقعہ میں ہماری لئے امید افزا پیغام ہے۔ ؎

آج بھی ہو جو براہیم کا ایمان پیدا
آگ کر سکتی ہے اندازِ گلستاں پیدا

آج کا دن دراصل جشن منانے کا دن نہیں ہے بلکہ درحقیقت یہ ایک نوع کا یومِ تشکر ہے۔ جیسے میں نے قریباً دس روز قبل عیدالاضحیٰ کے موقع پر اپنی تقریر میں عرض کیا تھا ہمارے یہاں "عیدین" کا تصور کیا ہے! دونوں شکرانے کے دن ہیں۔ ہم اگر اپنی آزادی کا کوئی دن منائیں اور وہ بھی یوم تشکر بنے اور یوم تشکر ان دو آیات کے حوالے سے وَ مَنْ يَّشْكُرْ فَاِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ وَ مَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ○ اور لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ ○ اس کے حوالے سے آپ آج کی تاریخ کو یوم تشکر کی حیثیت سے سمجھیں۔ اور اس میں اپنے عہد کو تازہ کریں' اور تجدید ایمان کی جانب توجہ دیں تو یہ ہے وہ کام جو کرنے کا ہے۔

اجتماعی توبہ کی ضرورت

اس بات کو اچھی طرح سمجھ لیجئے کہ قومی سطح پر ہم جس عہد شکنی کے مرتکب ہوئے ہیں اس کا معاملہ اجتماعی نوعیت کا ہے۔ انفرادی توبہ بھی لازم ہے اگر کوئی حرام خوری ہو رہی ہے اس سے اپنے دامن کو پاک کرنا ہے۔ اگر دین سے روگردانی ہے' اس پر اللہ سے استغفار کر کے اپنے

رویّے کی اصلاح کرنی ہے۔ اگر ہم نے کہیں سنت نبوی علیٰ صاحبھا الصلوٰۃ والسلام کادامن چھوڑ کر مغربی سنتوں کو اپنی معاشرت میں' اپنی تہذیب میں' اپنی وضع قطع میں اور اپنی نشست وبرخاست میں اور اپنے تمدن میں اختیار کر رکھا ہے تو ان تمام چیزوں کو ترک کرکے سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو مضبوطی سے پکڑنا ہے۔ اس موقع پر مجھے ایک شعر یاد آرہا ہے۔ اگرچہ اس میں ایک غیر ثقہ لفظ ہے جس میں میں کچھ ترمیم کر رہا ہوں' لیکن شعر بڑا پیارا ہے۔ مولانا ظفر علی خان مرحوم فرماتے ہیں۔ ؎

تہذیبِ نو کے مونہہ پر وہ تھپڑ رسید کر
جو اس 'خبیث چیز' کا حلیہ بگاڑ دے۔

واقعہ یہ ہے کہ جب تک ہم یہ رویہ اختیار نہیں کریں گے ہماری اصلاح ممکن نہیں۔ ہم تو ابھی تک اسی تہذیب کے چکر میں ہیں۔ علامہ اقبال نے ہماری اس روش ہی کو یوں بیان کیا ہے کہ ؎

وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود!
یہ مسلماں ہیں جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود۔!

اسی طرح ابلیس کی مجلس شوریٰ نامی نظم میں بالواسطہ طور پر علامہ مرحوم نے اپنا جو پیغام دیا ہے۔ اس میں بڑی خوبصورتی سے ہماری کیفیت کی نقشہ کشی کی ہے۔ ؎

جانتا ہوں میں یہ اُمّت حاملِ قرآں نہیں
ہے وہی سرمایہ داری بندۂ مومن کا دیں
جانتا ہوں میں کہ مشرق کی اندھیری رات میں
بے یدِبیضا ہے پیرانِ حرم کی آستیں

ہم سب کو توبہ کرنی ہے۔ جو بھی اپنی جگہ پر جس اعتبار سے بھی دین سے روگردانی کئے ہوئے ہے۔ اسے اپنی اصلاح کرنی ہے۔ ہم سب کو اپنے گریبانوں میں جھانکنا ہے۔ اپنے کردار پر کڑی تنقیدی نگاہ ڈالنی ہے۔ اپنی آمدنی اور اپنی کمائی کے ذرائع کو کھنگالنا ہے کہ کہاں اس میں ناجائز اور حرام کی آمیزش ہے!۔ پھر اللہ کی جناب میں خلوص سے توبہ کرنی ہے سورہ تحریم میں ارشاد ہوتا ہے یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا" اے اہل

ایمان 'اللہ کی جناب میں توبہ کرو اور یہ توبہ خالص توبہ ہو۔ خلوص دل اور اخلاص کے ساتھ توبہ ہو۔ اور خالص توبہ فی الاصل یہ ہے کہ غلط اور معصیت کے کاموں پر دلی پشیمانی ہو' اس پر اللہ کے حضور میں اظہار ندامت ہو اور یہ عزم صمیم ہو کہ آئندہ اس معصیت 'اس برائی 'اس گناہ اس بدی کے پاس بھی نہیں پھٹکیں گے۔ یہ ہوگی انفرادی توبہ۔ اجتماعی توبہ کیسے ہوگی! اس کی واحد صورت یہ ہوگی کہ ہم فی الفور اپنے اس عہد کے ایفاء کی کوشش شروع کر دیں جس کی خلاف ورزی کی پاداش میں ہم پر عذاب الٰہی مسلط ہے۔ اور یہ اس طرح ممکن ہو گا کہ ہم وقت ضائع کئے بغیر اس ملک میں اللہ کی شریعت کو نافذ کریں 'اس نظام عدل و قسط کا نفاذ کریں جو اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنے رسولؐ کی وساطت سے عطا فرمایا ہے۔ گویا بالفاظ دیگر ہمیں اس مملکت خداداد پاکستان میں 'اسلامی انقلاب' لانا ہو گا۔ اس کے بغیر اجتماعی توبہ کے کوئی معنی نہیں ہیں

اپنی ملت پر قیاس اقوامِ مغرب سے نہ کر
خاص ہے ترکیب میں قومِ رسولِ ہاشمیؐ

ہمارا دین بھی اسلام ہے۔ ہمارا وطن بھی اسلام ہے...... پاکستان اسلام کے نام پر اور اسلام کے عملی نفاذ کے لئے قائم ہوا ہے۔ ہماری قومیت اسلام ہے۔ ہمیں اسلام کے حوالے سے اپنا قبلہ درست کرنا ہو گا۔ جب تک یہ نہیں ہو گا ہماری کوئی چول بھی فٹ نہیں بیٹھے گی اور ٹھیک نہیں ہوگی۔ ہمیں انفرادیت سے بات شروع کر کے ساتھ ہی ساتھ اجتماعیت یعنی اسلامی انقلاب کی طرف پیش قدمی کرنی ہوگی۔

رہا یہ سوال کہ اسلامی انقلاب کیسے آئے گا! تو یہاں اس کی تفصیل کا موقع نہیں۔ اس مسئلہ پر سالہا سال کے غور و فکر کا حاصل میں بارہا تفصیلاً بھی اور اجمالاً بھی آپ حضرات کے سامنے پیش کر چکا ہوں۔ "منہج انقلاب نبوی" کے نام سے میری وہ کتاب بھی شائع ہو چکی ہے جو اُن دس تقاریر پر مشتمل ہے جو میں نے اسلامی انقلاب کے موضوع پر مسجد دار الاسلام میں کی تھیں۔ مختصراً یہ کہ ہمیں اسلامی انقلاب کے معاملے میں سیرت نبی کی جانب رجوع کرنا ہو

گا۔ بقول اقبال ۔

بمصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر باو نہ رسیدی تمام بولہبی ست

ہمیں تو خود کو پہنچانا ہے جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں۔ لہٰذا ہمیں انقلاب کا طریقہ بھی انؐ سے سیکھنا ہو گا۔ ہم اگر کارل مارکس 'لینن سے یا ماؤزے تنگ سے یا کسی اور سے انقلاب کے طریقے سیکھیں گے اور ان کے طور طریقے اختیار کریں گے تو ہم اپنی منزل خود کھوٹی کر دیں گے۔ ہمیں تو سیرت ہی سے رہنمائی حاصل کرنی ہو گی کہ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیسے انقلاب برپا کیا! کیسے کایا پلٹ دی! اس لئے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان ہے کہ لا یصلح اٰخر ھذہ الامۃ الا بما صلح بہٖ اولھا "اس امت کے آخری حصہ کی اصلاح نہیں ہو سکے گی مگر صرف اس طریقہ پر جس سے پہلے حصے کی اصلاح ہوئی تھی"

لمحۂ فکریہ

اب آگے آپ کا کام ہے 'غور و فکر آپ کو کرنا ہے۔ ایک ایک شخص کے لئے یہ ایک لمحۂ فکریہ ہے۔ افراد الگ الگ رہ کر کوئی مؤثر کام نہیں کر سکتے اس بات کو گرہ میں باندھ لیجئے۔ قوموں کا معاملہ اجتماعی توبہ اور اجتماعی سعی و جہد سے طے ہوتا ہے انفرادی سے نہیں۔ ذرا پیچھے لوٹیے جہاں سے میں نے بات شروع کی تھی کہ جب بنی اسرائیل کو قتال کا حکم ملا اس وقت از روئے قرآن حضرت موسیٰؑ کے ساتھ ' حضرت ہارونؑ حضرت یوشع ابن نونؒ اور ایک اور ساتھی یعنی کم از کم چار ایسے اشخاص موجود تھے۔ جو حکم الٰہی کی تعمیل میں فلسطین کی فتح کے لئے تن من قربان کرنے کے لئے تیار تھے۔ لیکن بقیہ پوری پوری قوم چونکہ آمادہ نہیں تھی 'اس نے کورا جواب دے دیا کہ فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَآ اِنَّا هٰهُنَا قَاعِدُوْنَ ○ لہٰذا انقلاب پایہ تکمیل کو نہ پہنچ سکا۔ اور قوم کے اس کورے جواب اور اجتماعی بزدلی کے اظہار پر ان کو سزا دے دی گئی۔ فَاِنَّهَا مُحَرَّمَةٌ عَلَيْهِمْ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً يَتِيْهُوْنَ فِى الْاَرْضِ ط ان کے لئے ارض مقدس چالیس برس تک کے لئے حرام کر دی

گئی اس عرصہ کے دوران وہ اسی صحرا میں بھٹکتے پھریں گے۔ آپ غور کیجئے کہ دو جلیل القدر پیغمبر موجود تھے۔ دو جاں نثار بھی ساتھ تھے۔ لیکن اس طور پر انقلاب نہیں آیا کرتا۔ یہ عظیم کام چند افراد کے کرنے سے نہیں ہوتا جب تک جمعیت نہ ہو...... جب تک امت مسلمہ پاکستان کی ایک قابل ذکر تعداد اس کام کے لئے کمربستہ نہ ہو جائے جب تک کہ وہ منظم ہو کر سمع وطاعت کے اسلامی اصولوں پر اس کام میں زندگیاں کھپانے کا بیڑا نہ اٹھالے یہ کام ممکن نہیں۔ پھر اس اجتماعیت میں شریک ہر فرد جب تک آغاز کار اپنے گھر کے اندر اسلام کو نافذ نہیں کرے گا۔ اپنے وجود پر جب تک اسلام کے اوامر ونواہی کو جاری نہیں کرے گا۔ اپنے پیٹ' اپنے کام و دہن اور اپنے دوسرے جبلی داعیات اور تقاضوں کو اسلام کا پابند نہیں کرے گا اس وقت تک یہ کام نہیں ہو گا۔

آج کے دن کے متعلق اچھی طرح جان لیجئے کہ یہ جشن منانے کا دن نہیں ہے بلکہ اللہ کی جناب میں شکر ادا کرنے کا دن ہے کہ اس نے ہمیں ملک دیا۔ اب بھی اللہ کے فضل و کرم سے بہت بڑا ملک ہے۔ اس میں بے شمار قدرتی وسائل موجود ہیں اور اس کے عوام کے اندر بڑی قوتیں (POTENTIALITIES) ہیں۔ یہاں وہ کاشت کار موجود ہیں جو پوری دنیا سے اپنی صلاحیتوں کا لوہا منوا چکے ہیں۔ ہمارے کاشت کاروں نے پاکستان ہی میں نہیں امریکہ اور کینیڈا میں جا کر اپنی مہارت کے شاندار مظاہرے کئے ہیں۔ آپ کی فوج دنیا کی بہترین فوجوں میں شمار ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں سائنس اور ٹیکنالوجی کے اعتبار سے بھی زیادہ پیچھے نہیں رکھا ہے۔ چونکہ میرا امریکہ کئی بار جانا ہوا ہے میں نے دیکھا ہے کہ آج ہمارے ملک کے بہترین دماغ امریکہ کے کونے کونے میں موجود ہیں۔ حال ہی میں اسلامک سوسائٹی آف نارتھ امریکا (I.S.N.A.) کی دعوت پر امریکہ کے ایک اہم مقام سانٹا کلارا جانے کا مجھے اتفاق ہوا تھا۔ وہاں مجھے بتایا گیا ہے کہ روس نے جن علاقوں کو خاص طور پر میزائلی حملوں کے لئے ٹارگٹ بنایا ہوا ہے اور نقشوں پر سرخ ڈاٹ لگا رکھے ہیں تاکہ اگر کبھی جنگ کی نوبت آجائے تو جس علاقے کو سب سے پہلے ہدف بنایا جانا مقصود ہے وہ یہی علاقہ ہے جہاں کمپیوٹر سے متعلق آج کل کی جو اعلیٰ ترین ٹیکنالوجی ہے، اس کی بڑی بڑی فیکٹریاں چل رہی ہیں اور ان فیکٹریوں میں کثیر تعداد میں پاکستانی نوجوان سائنس دان کام کر رہے ہیں۔ الغرض امریکہ میں آنے

والے پاکستان کے ہونہار و باصلاحیت تعلیم یافتہ جوانوں نے ہر میدان میں اپنی صلاحیتوں کے جھنڈے گاڑے ہیں۔

یہ ساری صلاحیتیں درحقیقت اللہ تعالیٰ کی عنایات ہیں۔ لیکن باہمی اختلافات' باہمی تصادم 'نفرتیں'' مذہبی عداوتیں' سیاسی رقابتیں یہ وہ چیزیں ہیں جو اللہ تعالیٰ کی تمام نعمتوں کی نفی کرتی چلی جارہی ہیں۔ اس صورت حال کا مداوا کیا ہے!

ع "علاج اسکاوہی آبِ نشاط انگیز ہے ساقی!"

یعنی اس کے لئے صحیح انسانی جذبہ درکار ہے۔ اس لئے کہ انسانی جذبے میں بڑی قوت ہوتی ہے۔ انسانی جذبہ تاریخ کو شکست دے دیتا ہے۔ جغرافیے سے لڑ جاتا ہے وہ بڑے بڑے کارنامے کر کے دکھاتا ہے۔ اس سے معجزے صادر ہوتے ہیں۔ لیکن ظاہر ہے کہ اس کے لئے حقیقی جذبہ درکار ہے۔ اس انسانی جذبے کے ساتھ اسلامی جذبہ مل جائے تو نورٌ علیٰ نور اور "سونے پر سہاگہ" والا معاملہ ہو جائے گا۔ اللہ کی راہ میں ذوقِ شہادت وہ جذبہ ہے کہ جس سے زیادہ طاقت جذبے کا تصور ممکن نہیں۔ میں نے اپنی کتاب "استحکام پاکستان" میں تفصیل سے اپنا تجزیہ سامنے رکھا ہے کہ حقیقی انسانی جذبہ بھی ہمارے یہاں نہ نسل کی بنیاد پر پیدا ہو سکتا ہے' نہ وہ ہمارے یہاں لسان کی بنیاد پر پیدا ہو سکتا ہے۔ رہا کسی قبائلی یا صوبائی عصبیت کا معاملہ تو معاذ اللہ ثم معاذ اللہ وہ تو توڑنے والی چیز ہے۔ یہ بات بھی اچھی طرح جان لیجئے کہ ہمارے یہاں خالص وطن کے نام پر بھی یہ جذبہ بیدار نہیں ہو گا۔ پاکستان کا تصور پیش کرنے والا وطنیّت پر بڑی کاری ضرب لگا چکا ہے براہیمی ضرب ہے جو علامہ اقبال نے وطنیت کے نظریئے کے بت کے اوپر لگائی ہے۔ وطن کے بارے میں ان کا ارشاد تو یہ ہے کہ ؎

ان تازہ خداؤں میں بڑا سب سے وطن ہے
جو پیرہن اس کا ہے وہ مذہب کا کفن ہے

لہٰذا وطن کی دہائی کسی اور قوم کے لئے شاید جذبہ انگیز ہو' ہمارے لئے نہیں ہے۔ ہمارے لئے واحد جذبہ اسلام کا ہے اور اس سے اعلیٰ جذبہ کوئی اور نہیں۔ اس سے اونچا جذبہ کوئی اور موجود ہے ہی نہیں۔ یہ وہ جذبہ ہے جو محیر العقول کارنامے کر کے دکھا سکتا ہے

حقیقی اسلامی جذبہ درکار ہے!

لیکن اب صرف نعروں سے بات نہیں بنے گی۔ نعرے والا جذبہ اس وقت مفید تھا جب ہندو سے براہ راست مقابلہ تھا ۔ آج ہماری نئی نسل کو ہندو کی ذہنیت کا پتہ ہی نہیں ہے۔ اس کو ہندوؤں کے عزائم کا اندازہ ہے ہی نہیں۔ بلکہ سرحد پار سے بذریعہ ٹیلی ویژن اور ریڈیو محبتوں کے زمزمے بہہ رہے ہیں۔ پھر اداکاروں اور اداکاراؤں کے طائفوں کے ذریعے سے محبت والفت کے پیغامات آ رہے ہیں۔ ایوان صدر میں ان کی بار آوری اور پزیرائی ہو رہی ہے۔ ان کو گھنٹوں پر محیط انٹرویو دیئے جاتے رہے ہیں۔ پھر کرکٹ کا کھیل ہے جو ہر سال باقاعدگی کے ساتھ بظاہر بڑے دوستانہ ماحول میں کھیلا جاتا ہے۔ تو بظاہر احوال گویا بھارت کی جانب سے مسلسل پریم کی گنگا بہہ رہی ہے۔ پاکستان کے عام آدمی کو کیسے معلوم ہو کہ بھارت کے کیا عزائم ہیں 'کیا ارادے ہیں! ع تیری بربادیوں کے مشورے ہیں آسمانوں میں' لہٰذا وہ جذبہ جو تحریک پاکستان کے دوران قومی بنیاد پر اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ آج محض قومیت کی بنیاد پر نہیں، حقیقی اسلام کی بنیاد پر بیدار ہو سکتا اور ابھر سکتا ہے اور اگر اللہ تعالیٰ کو کوئی خیر مطلوب ہے۔ اصل فیصلہ کن بات تو اسی کی ہے مَاشَاءَ اللّٰہُ کَانَ وَمَا لَمْ یَشَاْءَ لَمْ یَکُنْ "جو اللہ چاہتا ہے وہ ہو جاتا ہے اور جو وہ نہیں چاہتا وہ نہیں ہوتا۔" سیدھی سیدھی بات ہے کہ پوری کائنات اس کے قبضہ قدرت میں ہے۔ یہاں پتہ تک جنبش نہیں کر سکتا اگر اس کا اذن نہ ہو۔ اگر اللہ تعالیٰ ہمارے لئے کسی خیر کا ارادہ رکھتا ہے تو ہماری قوم کے اندر انشاء اللہ وہ جذبہ ابھرے گا اور اس خواب کی تعبیر ظاہر ہو گی جو برصغیر کی امت مسلمہ نے دیکھا تھا۔ ہمیں سوچنا چاہئے کہ ہم ان خوابوں کے امین ہیں جو جنوب سے شمال اور مشرق سے مغرب تک ہندوستان کے مسلمانوں نے دیکھے تھے۔ احیاء اسلام کا خواب۔ اس برصغیر پاک وہند میں اسلام کی عظمت گذشتہ کی بازگشت کا خواب ہندوستان کے مسلمانوں نے قیام پاکستان کے لئے جو قربانیاں دی تھیں اور آج بھی بھارت کا مسلمان نظریہ پاکستان کی تائید و حمایت کے "جرم" میں جس بہیمانہ تشدد کا شکار ہے اور وہاں مسلمان کے خون سے جو آئے دن ہولی کھیلی جا رہی ہے 'اس کا بار آج ہمارے کاندھوں پر ہے۔ آج بھارت میں مسلمان جس طرح پس رہا ہے اس کی ذمہ داری ہمیں محسوس کرنی چاہئے آج پاکستان بنوانے کا انتقام بھارت میں

ہندو وہاں کے مسلمانوں سے لے رہا ہے۔ لہٰذا ان کے خون ناحق کی ذمہ داری مجھ پر' آپ پر اور ہماری قوم کے ایک ایک فرد پر ہے۔ اللہ کرے کہ ہمارے نوجوانوں کے اندر صحیح اسلامی امنگ' ولولہ اور جذبہ بیدار ہو جائے۔ خاص طور پر اس نسل کے اندر جو یہاں پیدا ہوئی یہاں پلی بڑھی۔ اس نے کم از کم سیاسی آزادی کے ماحول میں سانس لیا ہے۔ اس میں امنگیں موجود ہیں لیکن وہ غلط رخ پر پڑ گئی ہیں۔ ولولے موجود ہیں لیکن وہ ولولے غلط ہدف کی طرف مڑ گئے ہیں۔ ع

آہ وہ تیرِ نیم کش جس کا نہ ہو کوئی ہدف

ورنہ آج آپ دیکھئے کہ سندھی نوجوان کتنی تیزی اور محنت کے ساتھ کام کر رہا ہے لیکن کر رہا ہے سندھی نیشلزم اور سندھو دیش کے لئے۔ آج بھی کراچی کے اندر بسنے والے مہاجرین کی جو ادھیڑ نسل ہے یا ان میں جو بوڑھے لوگ ہیں ان سے بڑھ کر نظریہ پاکستان پر یقین رکھنے اور اس سے محبت کرنے والا اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ میں دعوئی سے کہہ سکتا ہوں کہ پاکستان کے قیام کے بنیادی مقاصد کے لئے ان سے زیادہ جذبہ رکھنے والا آج بھی اور کوئی نہیں ہے۔ لیکن ان کی نئی نسل یعنی اٹھارہ انیس برس سے لے کر تیس برس تک کی نوجوان نسل کا ایک بڑا حصہ نظریہ پاکستان سے ذہناً دستبردار ہو چکا ہے۔ آپ کو علم ہو گا کہ وہاں دو تحریکیں ہیں' ان کے بارے میں' میں تفصیل سے لکھ چکا ہوں۔ ایک تحریک ایم۔ آئی۔ ٹی ہے۔ مگر وہ تحریک نسبتاً کمزور ہے۔ اس کا دائرہ اثر بہت محدود ہے لیکن اس نے برملا یہ ضرور کہا ہے کہ "ہم اسلام اور پاکستان ان دونوں کے حصار (FRAME WORK) کے اندر اندر اپنے حقوق کی جنگ لڑنا چاہتے ہیں۔ ہمارے جو حقوق ہیں وہ ہمیں ملنے چاہئیں لیکن ہم نہ اسلام کے باغی ہیں نہ پاکستان کے"۔ لیکن ایم۔ کیو۔ ایم (مہاجر قومی محاذ) کی تحریک جس نے زیادہ بڑے پیمانے پر مہاجرین کے نوجوانوں کو متأثر کیا ہے اور انہیں ایک بڑی قوت بنایا ہے' یہ تحریک ان دونوں چیزوں یعنی اسلام اور پاکستان کے ساتھ کسی تعلق کا اظہار نہیں کرتی بلکہ ان کے ساتھ بالعموم اس کا رویہ استہزا اور تمسخر کا ہے۔ جو وہاں ہو رہا ہے۔ یہ صورت حال بہت خوفناک ہے۔ میں یہ باتیں آپ کو اس لئے نہیں بتا رہا کہ آپ کے اندر مایوسی اور بددلی ہو...... میں مایوس نہیں' بددل نہیں۔ میں اب بھی بہتری کی امید ہی نہیں بلکہ اس پر یقین رکھتا ہوں۔

میرے سامنے برصغیر پاک و ہند کی چار سو سال کی تاریخ ہے۔ تجدید و احیائے دین کی جتنی جدوجہد ان چار سو برس میں اس برصغیر میں ہوئی ہے پورے عالم اسلام میں کہیں نہیں ہوئی۔ حضرت مجدد الف ثانی، شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہما اللہ علیہ، یہ دونوں حضرات گیارہویں صدی کے مجددین ہیں۔ پھر امام الہند شاہ ولی اللہ دہلوی رحمہ اللہ جیسا مفکر، عمرانیات کا عظیم ماہر، جدید دور کا فاتح، وہ بھی اسی برصغیر میں پیدا ہوا۔ پھر شہیدینؒ کی تحریک جس کے ہم امین ہیں کہ ان کا مقدس اور پاک خون ہمارے خطہ بالا کوٹ کی وادی میں جذب ہوا ہے۔ دریائے کنھار کی موجیں اس سے رنگین ہوئی تھیں۔ یہ کوئی ازمنہ قدیم کی بات نہیں ہے۔ ۱۸۳۱ء میں یہ تحریک بالا کوٹ میں کچھ اپنوں کی غداری کی وجہ سے بظاہر ناکام ہوئی۔ بظاہر اس لئے کہہ رہا ہوں کہ دینوی نقطہ نظر سے چاہے یہ تحریک کامیاب نہیں ہوئی لیکن آخرت میں ان شہیدوں کا مقام انشاءاللہ مقام علیین میں ہو گا۔ آخرت میں یہ سرخرو ہوں گے اور اللہ تعالیٰ کے خاص فضل و کرم سے نوازے جائیں گے۔ اس تحریک کو کُل ایک سو چھپن سال گزرے ہیں۔ اتنا خالص اور اتنا پاک اسلامی جہاد دور صحابہ کرامؓ کے بعد پوری اسلامی تاریخ میں نظر نہیں آتا۔ جتنا شہیدین کی اس تحریک میں ہمیں ملتا ہے۔ خالص اقامت دین کے لئے تنظیم، بیعت کی بنیاد پر تنظیم، اس پر مستزاد یہ کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی زندگیوں کا عکس ہمیں اس تحریک کے وابستگان میں نظر آتا ہے۔ پھر اس دور کے عظیم سرمایہ پر نظر ڈالئے اس دور میں حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیو بندی رحمتہ اللہ علیہ جیسی شخصیت اسی برصغیر میں پیدا ہوئی۔ جن کے متعلق میرا گمان ہے کہ ۱۴ویں صدی ہجری کے سب سے بڑے مجدد وہ ہیں۔ بدقسمتی سے پاکستان کے اکثر لوگ حضرت شیخ الہندؒ کی شخصیت سے ناواقف ہیں پھر اسی دور میں علامہ اقبال مرحوم جیسی نابغہ شخصیت اسی برصغیر میں پیدا ہوئی جن کی ملی و اسلامی ہدی خوانی میں ایک ولولہ انگیز تاثیر اور ملت اسلامیہ کے لئے ایمان افروز پیغام موجود ہے۔ پھر اسی دور میں ۱۹۱۲ء سے لے کر ۱۹۲۰ء تک مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم نے دعوت رجوع الی القرآن اور جہاد فی سبیل اللہ کا صور پھونکا اور غلغلہ بلند کیا۔ پھر مولانا ابوالاعلیٰ مودودی مرحوم کی برپا کی ہوئی جماعت اسلامی کی تحریک اور مولانا محمد الیاس رحمہ اللہ کی تبلیغی جماعت کی تحریک، یہ دونوں عظیم تحریکیں بھی اسی برصغیر پاک و ہند سے

اُٹھیں۔ آپ کو ان دونوں تحریکوں کے بڑے گہرے اثرات پورے عالم اسلام میں اور جہاں کہیں بھی مسلمان آباد ہیں نظر آئیں گے۔ تبلیغی جماعت کے متعلق میرا اندازہ ہے کہ آج کے زمانے میں کم از کم ایک لاکھ افراد پوری دنیا میں ہر روز اور ہر وقت حرکت میں ہیں کسی کو ان کے طریق کار سے اختلاف ہو سکتا ہے۔ ان کے تصور دین کو کوئی محدود کہہ سکتا ہے لیکن ظاہر بات ہے کہ ان کی یہ تمام چلت پھرت اور حرکت ہے تو دین ہی کے لئے۔ اس کا جو فائدہ ہو رہا ہے وہ دین کے کھاتے میں پڑ رہا ہے۔ پھر برصغیر پاک و ہند میں دین پر جو علمی و تحقیقی کام مختلف اداروں کے تحت ہو رہا ہے وہ بھی بڑا قیمتی ہے..... ان تمام چیزوں کو سامنے رکھئے۔ ان تمام کاموں کا مرکز اس علاقے کا ہونا مایوسی کے اندھیروں میں امید کی کرن بن کر ظاہر ہوتا ہے۔

لیکن ان تمام مساعی اور جدوجہد کے بار آور ہونے کا سارا دارومدار اور انحصار اس پر ہے کہ ہم اس میں کتنا واقعی عملی کردار ادا کرتے ہیں! ان تمام کوششوں کا بار امانت اب ہم پاکستانی مسلمانوں کے کاندھوں پر آ گیا ہے۔ یہ شعور اگر پیدا ہو جائے کہ ہم کتنی بیش بہا اور قیمتی متاع کے امین ہیں، کتنی بھاری ذمہ داری کا بوجھ ہمارے شانوں پر ہے!

ع "اپنی خودی پہچان او غافل انسان"

تو ہماری دنیوی او اُخروی بگڑی بن سکتی اور سنور سکتی ہے۔

ہمارے لئے قرآن کا پیغام

قرآن مجید میں سورہ حج کی آخری آیت میں فرمایا گیا ہے وَجَاهِدُوا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ هُوَ اجْتَبٰىكُمْ اللہ کی راہ میں جہاد کرو جیسا کہ جہاد کا حق ہے۔ اپنے نصیب پر فخر کرو اللہ نے تمہیں چن لیا ہے 'پسند کر لیا ہے' ع قرعہ فال بنام من دیوانہ زدند'

پھر در حقیقت یہ صرف بوجھ ہی نہیں ہے بلکہ بہت بڑا شرف ہے' بہت بڑا اعزاز ہے جو اللہ تعالیٰ نے ہمیں عطا فرمایا ہے۔ البتہ اس کا ہمیں صحیح شعور ہونا چاہئے۔

آپ کو معلوم ہے کہ تمام دنیا میں بہت سے محکوم مسلم ممالک میں آزادی کی تحریکیں چلیں لیکن کہیں بھی اسلام کا نام نہیں لیا گیا سوائے تحریک پاکستان کے..... غیر منقسم ہندوستان کا چپہ چپہ اس نعرے سے گونج رہا تھا کہ پاکستان کا مطلب کیا..... لا الٰہ الا اللہ

اس برصغیر میں تحریک قیام پاکستان چلی تو صرف اسلام کے نام پر چلی۔ یہ اس بات کی علامت

ہے کہ مشیّت ایزدی میں اس خطہ ارض کو کسی اعلیٰ تر مقصد کے لئے منتخب کر لیا گیا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ زمنی حالات کو جب میں دیکھتا ہوں تو مایوسی کے اندھیارے آجاتے ہیں اور چھا جاتے ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی مشیّت' تاریخ کا چار سو سالوں کا یہ پس منظر' وہ عظیم شخصیتیں جو برصغیر میں پیدا ہوئیں' وہ تحریکیں جو یہاں برپا ہوئیں' ان کا دائرہ اثر' ان سب کو دیکھتا ہوں تو امید ہوتی ہے کہ شاید مایوسی کے ان اندھیاروں سے کوئی صبح روشن طلوع ہو جائے جیسا کہ علامہ اقبال مرحوم نے کہا تھا کہ ؎

دلیلِ صبحِ روشن ہے ستاروں کی تنک تابی
افق سے آفتاب ابھرا گیا دورِ گراں خوابی

اس خیال سے بھی دل کی ڈھارس بندھتی ہے کہ اس وقت مایوسی کے جو بھی اندھیارے ہیں' شاید وہ اس آیت کا مصداق بن جائیں کہ وَلَنُذِيقَنَّهُمْ مِنَ الْعَذَابِ الْأَدْنَىٰ دُونَ الْعَذَابِ الْأَكْبَرِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ○ شاید کہ ہم جاگ جائیں۔ شاید کہ ہم ہوش میں آجائیں اب میں اس خواہش کو دعا کی شکل میں پیش کر رہا ہوں۔

پروردگار! ہمیں توفیق عطا فرما کہ ہم جاگیں' ہوش میں آئیں' تو نے ہمیں پاکستان کی صورت میں جو نعمت غیر متوقع اور غیر مترقبہ عطا فرمائی تھی' ہم اس کا حق ادا کریں' اس کا شکر کر سکیں۔ اس کا حق ہم پہچان سکیں۔ پروردگار! ہمیں ہمت عطا فرما کہ ہم کمر کس لیں کہ اس سرزمین میں تیرے دین کا بول بالا کریں گے۔ وہ نظام عدل و قسط جو تو نے ہمیں جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وساطت سے عطا فرمایا ہے' اسی کو پاکستان میں نافذ کریں گے۔ اسلامی انقلاب برپا کریں گے۔ علاقائی عصبیتوں قومیتوں اور فقہی اختلافات سے بالاتر ہو کر' فرقہ واریت سے بلند تر ہو کر صرف مسلمان کی حیثیت سے بنیان مرصوص بن کر پاکستان میں تیرے دین کا بول بالا کرنے کے لئے تن من دھن لگا دیں گے۔

اللہ تعالیٰ مجھے' آپ کو اور ہر پاکستانی مسلمان کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔
إِنَّ رَبِّي لَسَمِيعُ الدُّعَاءِ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ○
وَتُبْ عَلَيْنَا إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ○

THE ROARING LION OF AGRO-CHEMICAL INDUSTRY

®

BUBBER SHER UREA

THERE ARE PEOPLE WHO DO THINGS, AND THERE ARE PEOPLE WHO DO THINGS WELL.

AT DAWOOD HERCULES WE DO THINGS WELL! RIGHT FROM OUR INCEPTION 12 YEARS AGO WE'VE BEEN ENGAGED IN A TREMENDOUS OUTPUT, ENSURING BETTER AND HEALTHIER CROPS AND STRENGTHENING THE NATIONAL ECONOMY. DURING THIS TIME WE'VE :

a. PRODUCED 4,000,000 TONS OF BUBBER SHER UREA.
b. SAVED MORE THAN US $ 750,000,000 IN FOREIGN EXCHANGE FOR PAKISTAN.
c. CONTRIBUTED RS. 2000,000,000 TO THE NATIONAL TREASURY IN THE FORM OF DEVELOPMENT SURCHARGE, DUTIES AND TAXES.
d. SAVED FERTILIZER SUBSIDY WORTH RS. 3000,000,000 IN OUR PRODUCTION WHICH WAS USED BY THE GOVERNMENT TO SUBSIDIZE FERTILIZER PRICES, GIVING AN ENORMOUS BENEFIT TO THE FARMER.

BROADLY SPEAKING WE ARE COMMITTED TO A BETTER QUALITY OF LIFE FOR OUR PEOPLE AND WE ARE DEVOTING OUR VAST TECHNOLOGICAL RESOURCES AND AGRO-CHEMICAL KNOW-HOW TO PROVIDING A VITAL INPUT FOR DEVELOPING HEALTHIER CROPS.

WE FEEL PROUD OF THESE ACHIEVEMENTS, AND SHALL CONTINUE TO PLAY OUR KEYROLE IN THE DEVELOPMENT OF AGRICULTURE AND ECONOMY OF PAKISTAN.

dh CHEMICALS

DAWOOD HERCULES CHEMICALS, LIMITED
MAKERS OF BUBBER SHER UREA

DAWOOD CORPORATION LIMITED
DISTRIBUTERS OF BUBBER SHER UREA

promoters

افکار و آراء

مکتوبِ گرامی مولانا الطاف الرحمٰن بنوی مدظلّہ، بنّوں

مولانا الطاف الرحمٰن بنوی ہمارے حلقے میں تعارف کے محتاج نہیں کہ ان کی علمی کاوشیں ہمارے جرائد کی زینت بنتی رہی ہیں۔ قرآن اکیڈمی کے سکالرز کو بھی ایک عرصہ ان سے استفادہ کا موقع میسر رہا۔ مولانا متداول علوم دینی کے فاضل اور انہی کی درس و تدریس میں منہمک ہیں۔ محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کی طرف سے ان کی تازہ کتاب کا ہدیہ وصول پانے پر جو رسید انہوں نے عنایت کی وہ نذر قارئین ہے۔ (ادارہ)

محترم و مکرم جناب ڈاکٹر صاحب زیدت معالیہ

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

کتاب "منہج انقلاب نبوی" موصول ہوئی۔ ذرہ نوازی اور شفقت کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں' اللہ تعالیٰ علم و عمل میں برکات در برکات سے نوازے اور اپنی رضا و خوشنودی سے مشرف فرماوے۔ گو جزوی اور غیر منضبط طور پر یہ اکثر تقاریر میری مسموعہ تھیں لیکن باقاعدہ ترتیب و تفصیل کے ساتھ جو اس مجموعے میں پڑھیں تو نیا لطف حاصل ہوا۔ اللہ تعالیٰ پوری امت کی طرف سے آپ کو جزائے خیر عطا فرماوے کہ آپ نے مطالعہ سیرت کے ایک ایسے نئے رنگ ڈھنگ سے لوگوں کو آگاہ و شناسا کیا جس کی طرف باوجود شغل و شغف مطالعہ سیرت مدت العمر اکثریت کی نگاہ اٹھنا مستبعد تھا۔

اللہ تعالیٰ آپ کے عزائم و مقاصد کی تکمیل کا متکفل ہو۔ اور ہمیں بھی کسی درجے میں آپ کا تعاون کرنے کی توفیق عطا فرماوے۔ آمین ثم آمین۔

از...... الطاف الرحمٰن بنوی۔

مکتوبِ گرامی ڈاکٹر شیر بہادر خان پنّی، پشاور

محترمی' سلامت با صحت کامل باشد

کل ہی ستمبر کا "میثاق" ملا حسب عادت فوراً ورق گردانی شروع کر دی۔ تو آپ کی بیماری کا چوکھٹا نظر پڑا۔ دھچکا لگا اور آپ سے قلبی تعلق نے اس کو اضطراب کی صورت دے دی۔ کیا

کہوں اس عمر میں ذرا سی پریشانی بھی قابل برداشت نہیں۔ اضطراری طور پر مخلصانہ دعا کے لئے ہاتھ بلند ہو گئے۔ خدا آپ کو اس اذیت سے فوری طور پر نجات دے۔ آمین۔

کچھ عرصہ ہوتا ہے۔ عرض کی تھی۔ کام کی زیادتی کو کم کریں اور زندگی کی موم بتی کو دونوں اطراف۔ دماغی و جسمانی۔ سے بہ یک وقت نہ جلائیں

؎ عمر عزیز قابل سوز و گداز نیست

ایں رشتہ راسوز' کہ چندیں دراز نیست

لیکن میں نے محسوس کیا ہے۔ کہ کچھ عرصہ سے آپ نے اپنے مشن کی گرانباری میں بہت اضافہ کر لیا ہے۔ اور پرانی اور نئی دنیا کے دوروں میں زیادتی فرمادی۔ جو بذات خود ہی کمر شکن تھے۔ لیکن اس عمر میں ؎ "چو چہل آمد' خرد ریزد پر و بال ' تو خاص کر۔

خدا آپ کو صحت عاجلہ و کاملہ عطا فرمائے۔ اور اپنے مشن میں کامیاب کرے آمین۔

آپ کی صحت کے لئے ہر وقت دعا کرتا رہوں گا۔ والسلام

دعا گو و دعا جو شیر بہادر پنی (پشاور)

مکتوبِ گرامی مولانا عبدالغفار حسن مدظلہ، فیصل آباد

عزیز محترم حفظ اللہ تعالیٰ وعافاہ وأرشدہ الیٰ مافیہ صلاح الدینا وفلاح الاٰخرہ

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ' دو روز ہوئے ستمبر کا "میثاق" ملا' اس میں آپ کی علالت کی خبر پڑھ کر انتہائی افسوس ہوا' کل صبح محترم عم مکرم ڈاکٹر محمد عثمان صاحب سے فون پر معلوم ہوا کہ اب قدرے تکلیف میں افاقہ ہے' اللہ تعالیٰ جلد صحت و توانائی سے نوازے' آمین'

بنظر صحت آئندہ اسفار و اشغال میں تخفیف مناسب ہو گی' "اِنَّ لِنَفْسِکَ علیک حقً" پیش نظر رہے۔ اخوان واحباب و عزیزان کو دعا و سلام۔

والسلام

عبدالغفار حسن (فیصل آباد)

ہوا سے باتیں کرنے والا
رائل فین
رائل فین استعمال کرنے والوں کی بڑھتی ہوئی تعداد
اس کی آزمودہ کوالٹی، کفایت اور دیرپائی سے ظاہر ہے۔
خوشنما، خوش وضع، پائیدار اور انتہائی ہوادار
رائل فین گرم موسم میں آسائش
کا سامان پیدا کرتا ہے۔
آپ رائل فین پر فخر کر سکتے ہیں۔
سیلنگ فین: 56''
قیمت: Rs 675/=
ROYAL
FANS
رفیق انجنیئرنگ انڈسٹریز
(پرائیویٹ) لمیٹڈ
رفیق آباد، جی ٹی روڈ، گجرات
گجرات فون: 3011 - 3004
کراچی سیلز آفس: 721491
لاہور سیلز آفس: 301286
راولپنڈی سیلز آفس: 74930

نام بھی اچھّا — کام بھی اچھا
صُوفی سوپ ہے سب سے اچھّا

صُوفی سوپ

اُجلی اور کم خرچ دُھلائی کے لیے بہترین صابن

صُوفی سوپ اینڈ کیمیکل انڈسٹریز (پرائیویٹ) لمیٹڈ
تار: صُوفی سوپ ٹیلیکس:
۳۹۔ فلیمنگ روڈ۔ لاہور۔ ٹیلی فون نمبر: ۲۲۵۴۴۷ - ۵۴۵۲۳

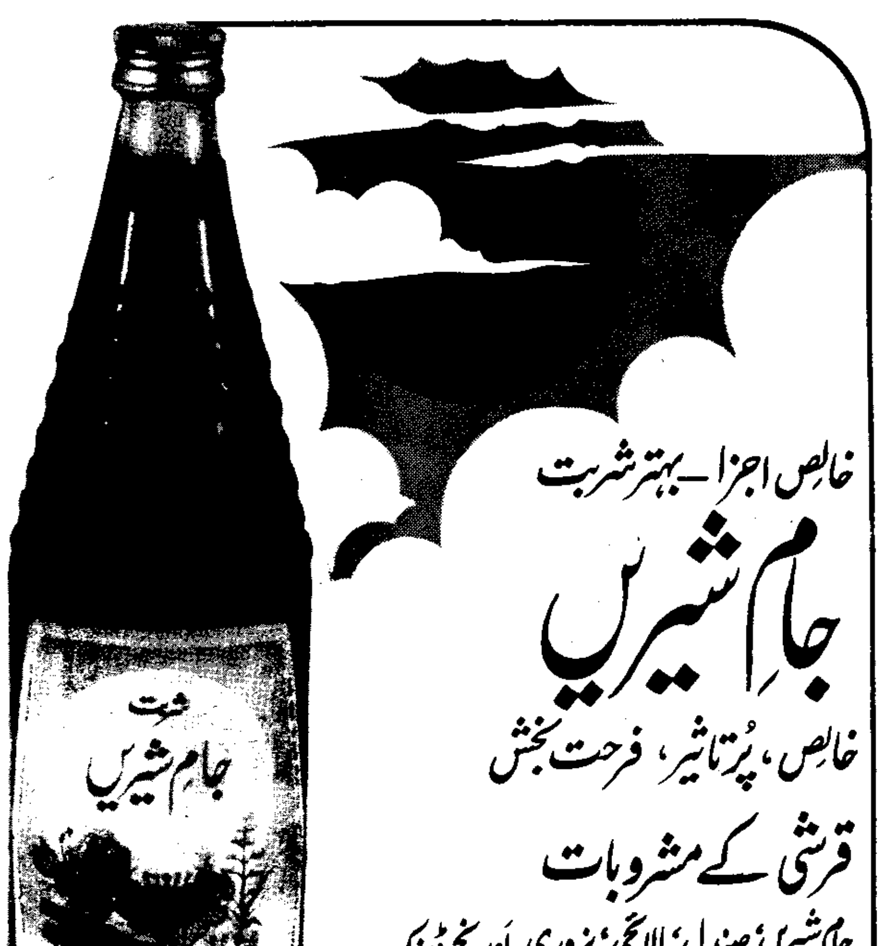

شربت
جامِ شیریں
خالص اجزا — بہتر شربت
جامِ شیریں
خالص، پُرتاثیر، فرحت بخش
قرشی کے مشروبات
جامِ شیریں، صندل، الائچی، بزوری اورنج ڈرنک
آپ کا نبض شناس
قرشی

تازہ، خالص اور توانائی سے بھرپور

پاک پیور®

مکھن اور دیسی گھی

یونائیٹڈ ڈیری فارمز (پرائیویٹ) لمیٹڈ
(قائم شدہ ۱۸۸۰) لاہور
۲۲- لیاقت علی پارک ۴ ۔ بیڈن روڈ ۔ لاہور، پاکستان
فون: ۲۲۱۵۹۸-۳۱۲۷۵۴

SV ADVERTISING

Adarts CAR-4/84

امیر تنظیم اسلامی، ڈاکٹر اسرار احمد کا ایک کھلا خط

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

محترمی و مکرمی ، السّلامُ علیکم ورحمۃُ اللہ وبرکاتہٗ !

آپ کے علم میں ہے کہ ان سطور کا ناچیز راقم گذشتہ بائیس سال سے ارضِ لاہور میں قرآن کی دعوت وحکمت کی نشرواشاعت میں اپنے بہترین اوقات اور بیشتر توانائیاں صرف کر رہا ہے۔ قرآن کی اس خدمت کا ایک نقد صلہ جو مجھے ساتھ ساتھ ملتا رہا ہے وہ یہ کہ میری قرآن کے ساتھ ذہنی مناسبت بھی مسلسل بڑھتی چلی گئی اور اس کے نسخۂ شفاء اور صحیفۂ ہدایت ہونے پر یقین بھی روز بروز بڑھتا چلا گیا۔ فالحمد للہ علیٰ ذٰلِک

آپ کے علم میں یہ بھی ہوگا کہ میں گذشتہ تقریباً ایک ماہ سے صاحبِ فراش ہوں ــ اس دوران میں الحمد للہ کہ مجھ پر نبی اکرمؐ کے اس فرمان کا انکشاف پوری شدّت کے ساتھ ہوا کہ موت سے پہلے زندگی اور مرض سے پہلے صحت کو غنیمت جانو !

ان حالات میں جبکہ اللہ تعالےٰ کے فضل وکرم سے صحت کی صورت نظر آرہی ہے میں نے توکّلاً علی اللہ فیصلہ کیا ہے کہ زندہ دلانِ لاہور کے سامنے میں ایک بار پھر اپنے عمر بھر کے مطالعۂ قرآن کا نچوڑ پیش کر دوں، چنانچہ میں نے فیصلہ کیا ہے ـــــ کہ بشرطِ صحت وعافیت :

۱۔ جمعہ ۲۵ ستمبر سے مسجد دارالسّلام باغِ جناح میں ہر جمعہ کو ساڑھے گیارہ سے ایک بجے دوپہر تک "حقیقتِ ایمان" کے موضوع پر خطاب ہوگا ـــــ یہ کم ازکم آٹھ خطاب ہوں گے جن کے عنوانات بھی درج کئے جارہے ہیں ۔

۲۔ ہفتہ ۲۶ ستمبر سے قرآن اکیڈمی، ۳۶-کے، ماڈل ٹاؤن لاہور میں ہر ہفتے کو نمازِ مغرب کے فوراً بعد سُورۂ حدید کا سلسلے وار درس ہوگا۔ جو مسلمانوں سے خطاب کے ضمن میں پورے قرآن حکیم کا لبِ لباب اور ذروۂ سنام ہے ! ـــــ یہ درس بھی اِن شاءَ اللہ آٹھ ہی نشستوں میں مکمل ہوسکے گا ! ـــــ (اس کے اجزاء کی تفصیل بھی اس ہینڈ بل میں درج کی جارہی ہے !)

آپ کو مخلصانہ دعوت ہے کہ ان پروگراموں میں مداومت اور پابندیٔ وقت کے ساتھ شرکت فرمائیں ۔ کیا عجب کہ اللہ تعالےٰ آپ کو "ھُوَ اجۡتَبٰکُمۡ" کے مصداق اپنے دین کی کسی وقیع خدمت کے لئے منتخب فرمالے ! ع

"شاہاں چہ عجب گر بنوازند گدارا ۔"

خاکسار : اسرار احمد عفی عنہ

۳۶-کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور ۱۷ ستمبر ۱۹۸۷ء

بیسویں صدی عیسوی

میں صنم کدۂ ہند میں "احیائے اسلام" کی کوششوں پر ایک اہم تاریخی دستاویز

جماعتِ شیخ الہندؒ اور تنظیمِ اسلامی

- ابوالکلامؒ امام الہند کیوں نہ بن سکے — ؟
- 'حزب اللہ' اور 'دارالارشاد' قائم کرنے کے منصوبے بنانے والا "عبقریٔ وقت" کانگرس کی نذر کیوں ہو گیا!
- احیائے دین اور احیائے علم کی تحریکوں سے علماء کی بدظنی کیوں ؟
- کیا اقامتِ دین کی جدوجہد ہمارے دینی فرائض میں شامل ہے !
- حضرت شیخ الہندؒ کیا کیا حسرتیں لے کر اس دنیا سے رخصت ہوئے ؟
- علماء کرام اب بھی 'متحد' ہو جائیں تو

'اسلامی انقلاب' کی منزل دُور نہیں !

❖ فرائض دینی کا جامع تصور ❖ رجم ❖ عورت کی دیت اور دیگر مسائل پر

ڈاکٹر اسرار احمد کی معرکۃ الآرا تحریروں اور خطبات کے علاوہ مورخِ اسلام مولانا سعید احمد اکبر آبادی، ڈاکٹر ابوسلمان شاہجہان پوری، مولانا افتخار احمد فریدی، مہاجر کابل قاری حمید انصاری، پروفیسر محمد اسلم، مولانا محمد منظور نعمانی، مولانا اخلاق حسین قاسمی دہلوی، مولانا محمد زکریا، مولانا سید عنایت اللہ شاہ بخاری اور دیگر نامور علماء کرام اور اہلِ علم حضرات کی تحریروں پر مشتمل تاریخی مرقع

امیر تنظیمِ اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد کے مبسوط مقدمے کے ساتھ

• ضخامت ۴۵۶ صفحات (نیوز پرنٹ) • قیمت -/۴۰ روپے

'میثاق' اور 'حکمتِ قرآن' کے مستقل خریداروں کو یہ کتاب ۲۵ فیصد رعایت پر مبلغ -/۳۰ روپے بذریعہ رجسٹرڈ ڈاک پیش کی جائے گی۔ ڈاک خرچ ادارے کے ذمے ہوگا۔

نوٹ : کتاب چھپ کر آگئی ہے۔ کراچی کے خریدارانِ 'میثاق' و 'حکمتِ قرآن' یہ کتاب کراچی آفس (داؤد منزل نزد آرام باغ شاہراہ لیاقت) سے بارعایت حاصل کر سکتے ہیں۔

— ملنے کا پتہ : —

مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور، ۳۶-کے ماڈل ٹاؤن لاہور

MONTHLY
MEESAQ
LAHORE

Regd. L. No. 7360
Vol. 36 No.10
OCTOBER 1987

For Quality Products

ASIA
BATHROOM ACCESSORIES

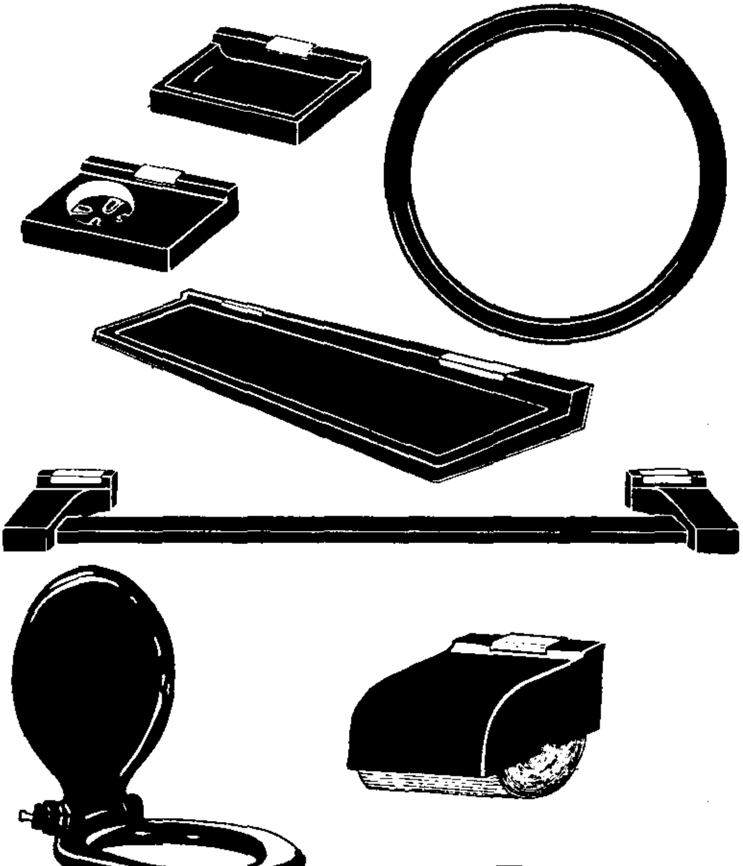

API

ASIA PLASTIC INDUSTRIES LAHORE